و گو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ٭ لو تمھیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

یو آف ریلیجنز

یعنی دنیا کے مذاہب پر نظر

لد ۱۸ - جنوری - فروری سنہ ۱۹۱۹ء - نمبر ۱-۲

مطابق ربیع الثانی - جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۳۷ھ

فہرست مضامین

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل شاہی حکیم مولانا مولوی نورالدین صاحب کی مجرب ادویات

سرمہ لاثانی کمزوری آنکھ - دھند - جالا - سرخی چشم - ضعف بصارت - آنسوؤں کا جاری رہنا
ان امراض کا لاثانی سرمہ قیمت ۱ ماشہ عہ

سرمہ برقی - کمزوری آنکھ - خارش - آنکھوں سے پانی کا آنا - دھند قیمت ۶ ماشہ ۸عہ

حب اکسیر جنین - اٹھرا کی بیماری کا مجرب المجرب علاج - اٹھرا یعنی حمل کا گر جانا یا بچہ کا مردہ پیدا
ہونا - قیمت فی تولہ ۸عہ

مومیائی - بدن کی طاقت کیلئے اکسیر - تمام قوتوں کا مجموعہ - کیسی ہی کمزوری ہو اسکے استعمال
سے رفع ہو جاتی ہے قیمت تولہ ۸عہ

معجون مسکی - بدن کی زردی - کمی خون - دل کا دھڑکنا - معدہ کی کمزوری - سانس کا پھولنا
ان بیماریوں کے لئے اکسیر ہے - قیمت ۴ تولہ عہ

حب سعال - وہ خشک کھانسی جو آرام لینا کا معدوم کردے اور کھانستے کھانستے سینہ درد کر دے
چند گولیوں کے کھانے سے آرام ہو جاتا ہے ۴ درجن عہ

حب اصفر - مرطوب کھانسی کی ضامن - نزلہ - زکام - بلغمی تپ اسکے استعمال سے
کافور ہو جاتا ہے فی درجن ۶

حب جانا - تمام بدن کی کھوئی ہوئی طاقت کا واپس لانا انکا فرض عین ہے کمی خون کو
چند یوم میں پورا کر دینا انکا منصب ہے تمام پٹھوں کی کمزوری کے لئے انکے
اندر برقی تماشا ہے - دماغ کی قوت میں بے مثل ہیں - نسیان کو دور
کرنا انکے ہاتھ کا کھیل ہے منگواؤ اور فائدہ اٹھاؤ - ۲۰ گولیاں ۸عہ

تریاق معدی - درد شکم - قراقر - بدہضمی - متلی - قے - نفخ - کمزوری معدہ -
غذا کا ہضم نہ ہونا - ترش ڈکاروں کا آنا - ان امراض کے لئے
تحفہ کا غانی ہے - فی شیشی ۱۲ر

مرہم - پرانے اور نئے گندے سے گندے زخم چند یوم کے استعمال سے اچھے ہو جاتے ہیں ڈبیہ ۱۲ر

ملنے کا پتہ - نظام جان عبدالرحمن کاغانی - قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسائل متنازعہ فیہ
میں
ہمارا مسلک

غیر مبایعین کے ساتھ ہمارا اختلاف شروع ہوئے قریباً پانچ سال ہو چکے ہیں۔ اس لمبے عرصہ میں بحث مباحثہ کا جو سلسلہ ہمارے اور انکے درمیان جاری رہا ہے اسکی نظیر شائد کم ملیگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات پر اس بحث مباحثہ کے سلسلہ نے اسقدر روشنی ڈالی ہے اور اس ضمن میں اسقدر دور افتادہ تحریرات ڈھونڈ ڈھونڈ کر میدان مناظرہ میں لائی گئی ہیں کہ اسکے بعد یہ توقع رکھنا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی ایسی تحریر اور نکل سکتی ہے جو طرفین میں سے کسی کے عقائد میں انقلاب پیدا کر سکے میرے خیال میں شائد طمع خام سے بڑھکر نہیں۔ جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے مسائل متنازعہ فیہ کے متعلق لکھا بلکہ جو کچھ کہا وہ قریباً سب کا سب ہمارے سامنے ہے۔ اب اسکی بنا پر بصورت اختلاف فیصلہ کرنا یہ ہمارا کام ہے۔ طرفین اپنے اپنے عقائد کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اور اقوال پر ہی رکھتے ہیں کم از کم بظاہر اسکے مدعی ہیں لیکن اس متحدہ بنیاد کے ہوتے ہوئے عقائد میں اختلاف ہے اور شدید اختلاف ہے۔ ہاں اس اختلاف کی شدت کو تسلیم کرنے کے باوجود مجھے

یہ ہمیشہ سے خیال رہا ہے کہ شاید غیر مبایعین احباب نے ہمارے بعض عقائد کو اچھی طرح سمجھا نہیں اِلاّ ماشاءاللہ اسلئے بعض باتوں میں اختلاف کی صورت پیدا ہوگئی ہے حالانکہ شاید دراصل اختلاف نہیں اسلئے مَیں نے ضروری جانا کہ مسائل متنازعہ فیہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اور اقوال سے جو عقائد ہم نے سمجھے ہیں انکو سلیس عبارت میں لکھکر بیان کردیا جاوے ؛

مَیں اس مضمون میں کسی مناظرانہ طرز کو اختیار نہیں کرونگا بلکہ صرف اپنے عقائد اور انکی بنیاد کو صاف اور مختصر الفاظ میں ذکر کردونگا اور بس وما توفیقی اِلاّ باللہ۔

(۱) سب سے بڑا اختلافی مسئلہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوّت کا ہے۔ اس سوال کی کئی شاخیں ہیں۔ مَیں کوشش کرونگا کہ سب کے متعلق مبائعین کا عقیدہ صاف الفاظ میں لکھکر بیان کردوں ؛

(**الف**) ہم حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ کا نبی اور رسول یقین کرتے ہیں اور اسی قسم کا نبی اور رسول سمجھتے ہیں جیسے ہمیشہ اللہ کی طرف سے آتے رہے ہیں گویا آپکی نبوّت اور دوسرے انبیاءؑ کی نبوّت میں بلحاظ نفس نبوّت ہم لوگ قطعاً کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ ہاں ہمارے نزدیک نبیوں کی اقسام ہیں۔ بعض نبی شریعت لاتے ہیں بعض شریعت نہیں لاتے پھر بعض بغیر استفاضہ کسی نبی سابق کے خدا سے منصب نبوّت پاتے ہیں بعض یہ منصب نبی سابق کے استفاضہ سے بالواسطہ پاتے ہیں۔ شریعت لانیوالے والے نبیوں کو ہم تشریعی یا حقیقی نبی کہتے ہیں دوسروں کو غیر تشریعی۔ براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی سابق کے اللہ تعالیٰ سے نبوّت پانیوالے کو ہم مستقل نبی کا نام دیتے ہیں اور جسے یہ منصب بالواسطہ ملے اسے ہم غیر مستقل یا ظلّی یا بروزی یا اُمّتی نبی کہکر پکارتے ہیں مگر یہ اصطلاحات شرعی نہیں بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے لوگوں کو اپنی نبوّت کی قسم سمجھانے کی غرض سے وضع کی ہیں۔ تقسیم اوّل کے لحاظ سے ہم حضرت مسیح موعودؑ کو غیر تشریعی نبی مانتے ہیں کیونکہ

آپ کوئی نئی شریعت نہیں لائے بلکہ شریعت اسلام ہی کے تابع تھے۔ دوسری تقسیم کے لحاظ سے ہم حضرت مسیح موعودؑ کو ظلّی نبی مانتے ہیں یعنی آپ نے منصب نبوّت براہ راست نہیں پایا بلکہ آنحضرت صلعم کے افاضہ اور واسطہ سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو یہ منصب عطا ہوا ؂

(ب) ہمارے عقیدہ کی رو سے آنحضرت صلعم کے بعد نبوّت کا دروازہ من کل الوجوہ بند نہیں بلکہ نبوّت ظلّی کا دروازہ کھلا ہے یعنی آپکے قدم بقدم چلکر اور آپ کی اتباع میں ہو کر ایک کامل سالک اس منصب کو اللہ کی طرف سے بطور موہبت کے پا سکتا ہے۔ آنحضرتؐ کو ہم دل سے خاتم النبیین یقین کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک آپکے خاتم النبیین ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ آپکے بعد تشریعی اور مستقل نبوّت کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور صرف ظلّی نبوّت کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر کے ہیں یعنی اب کوئی شخص منصب اور فیض نبوّت نہیں پا سکتا جب تک اس پاک اور کامل وجود کی مُہر تصدیق اسپر نہ ہو۔ ایسی نبوّت کا دروازہ کھلا ماننے سے نبی کریمؐ کی کوئی ہتک نہیں بلکہ سراسر عزّت ہے۔ کیا آپکے غلاموں میں سے کسی شخص کا آپ کی خدمت میں ایک بڑے منصب پر کھڑا ہو جانا آپ کی ہتک کہلا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ شہنشاہ کا یہ کمال ہے کہ اسکے ماتحت بڑے بڑے بادشاہ ہوں ؂

مسیح موعودؑ سے پہلے کوئی ظلّی نبی نہیں گذرا کیونکہ ظلّی نبوّت کا دروازہ صرف خاتم النبیین کی بعثت کے بعد کھولا گیا ہے اور چونکہ آنحضرتؐ کے بعد مسیح موعودؑ تک کوئی نبی درمیان میں نہیں گذرا پس قسم نبوّت کے لحاظ سے مسیح موعودؑ کی نبوّت عدیم المثال ہے یہی وجہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں وما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ۔

(ج) اس اُمّت میں آنحضرت صلعم کے بعد آجتک حضرت مسیح موعودؑ

کے سوا کوئی نبی نہیں گذرا۔ مجدد اور محدث آئے اور بڑے بڑے اولیاء اور اقطاب اور ابدال گذرے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ لیکن نبوت کا تاج جسکے سر پر رکھا گیا وہ مسیح موعودؑ کے سوا اس امت میں اور کوئی نہیں ہوا ۔

(د) حضرت مسیح موعود اپنے شروع دعویٰ سے ہی اللہ کے نبی اور رسول تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شروع سے نبی اور رسول کے ناموں سے پکارا لیکن شروع شروع میں حضرت مسیح موعودؑ نے ان ناموں کی تاویل فرمائی اور اپنے لئے صرف جزوی نبی اور جزوی رسول یعنی محدث کے نام کا اطلاق جائز رکھا اسکی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں میں عام طور پر خیال تھا اور اب بھی ہے کہ ہر ایک نبی اور رسول شریعت لاتا ہے یا کم از کم مستقل حیثیت رکھتا ہے یعنی اُمتی نہیں ہوتا اور یہ بھی خیال تھا اور ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں آسکتا اور یہ عام خیال حضرت مسیح موعودؑ نے سُنت انبیاءؑ اور مومنانہ احتیاط کے ماتحت ردّ نہیں فرمایا جب تک صراحت کے ساتھ اللہ کی طرف سے اصل حقیقت ظاہر نہ ہو گئی اسلئے آپ نے اسے تسلیم کیا اور اسکی بنا پر اپنے لئے نبی اور رسول کے الفاظ کی تاویل فرمائی کیونکہ جب نبوت اور رسالت کے حقیقی معنی تشریعی نبوت یا کم از کم مستقل نبوت کے سمجھے گئے اور نبوت کا دروازہ خاتم النبیین کے بعد من کل الوجوہ بند مانا گیا تو لامحالہ حضرت مسیح موعودؑ جو کوئی نئی شریعت نہیں لائے تھے اور اُمتی تھے کس طرح اپنے لئے نبی اور رسول کے الفاظ کا حقیقی معنوں میں اطلاق جائز رکھ سکتے تھے۔ پس آپ نے ان الفاظ کی جو آپکے متعلق وحی الٰہی میں واقع ہوئے تھے یوں تاویل کی کہ ان سے جزوی نبی مراد ہے اور اس تاویل پر ایک عرصہ تک قائم رہے اور اپنے نبی اور رسول ہونے کا انکار کرتے رہے لیکن جب کلام الٰہی میں کثرت کے ساتھ اور آگے سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ ان الفاظ کا استعمال ہوتا گیا تو

آپ کو اپنے لئے یہ الفاظ حقیقی معنوں میں قبول کرنے پڑے کیونکہ یہ تو ممکن ہے کہ ایک غیر نبی کو بھی اللہ تعالیٰ محض اسکی جزوی نبوّت کی بنا پر کبھی مجازاً نبی پکارے قطع نظر اسکے کہ ایسا کبھی ہوا یا نہیں لیکن ایک شخص کو نہایت کثرت اور صراحت کے ساتھ ایک لمبے عرصہ تک نبی اور رسول کے الفاظ سے یاد کرتے جانا یقیناً یقیناً صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ شخص واقعی اللہ کا نبی ہو پس اس وجہ سے آپ نے اپنے آپ کو نبی اور رسول مانا اور ان الفاظ کی جو پہلے تاویل جزوی نبی اور محدّث کے الفاظ سے کرتے تھے وہ چھوڑ دی۔ گویا آپ کے خیال میں ایک تبدیلی واقع ہوئی (اور یہ تبدیلی ایک رفتار عمل کے ذریعہ سے بتدریج ۱۹۰۱ء کے قریب قریب اپنے کمال کو پہنچی) لیکن اس تبدیلی کا حقیقتِ امر پر کوئی اثر نہیں بلکہ یہ صرف لفظ اور نام کی تبدیلی تھی کیونکہ آپ اپنے شروع دعویٰ سے ہی نبی تھے اور نبوّت کے تمام شرائط آپ میں شروع دعویٰ سے ہی موجود تھے اور آپ ان کے مدعی تھے صرف فرق یہ پیدا ہوا کہ اوائل میں آپ ان شرائط کا عام مسلمانوں کے عقیدہ کی بنا پر نبوّت نام نہ رکھتے تھے بلکہ جزوی نبوّت اور محدثیت رکھتے تھے اور اپنے متعلق لفظ نبی کی تاویل فرماتے تھے اور اپنے آپ کو غیر نبی سمجھتے تھے لیکن جب کثرت کے ساتھ اور صراحت کے ساتھ نبی اور رسول کے الفاظ آپ کے متعلق وحی الٰہی میں استعمال ہوتے رہے تو آپ نے ان کو حقیقی معنوں میں قبول کیا نہ اس طرح پر کہ جو پہلے آپ نبوّت کی تعریف عام عقیدہ کی بنا پر کرتے تھے اسکے مطابق اپنے آپ کو نبی اور رسول سمجھ لیا بلکہ اس تعریفِ نبوّت ہی کو غلط قرار دیا اور جو باتیں آپ کے اندر شروع دعویٰ سے موجود تھیں اور جن کے آپ ہمیشہ سے مدعی تھے انہیں کا نام نبوّت رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اوائل میں نبوّت کی اور تعریف فرماتے تھے اور بعد میں اور۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم آپ کے

دعویٰ میں کسی تبدیلی کے قائل نہیں اور نہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ نعوذ باللہ آپ اپنا دعویٰ نہیں سمجھے کیونکہ دعویٰ حقیقت سے تعلق رکھتا ہے اور حقیقت کے لحاظ سے آپکا دعویٰ شروع سے ایک ہی رہا اور آپ اس حقیقت کو شروع سے ہی سمجھے ہوئے تھے ہاں اس حقیقت کا نام کیا رکھا جاوے اسکے متعلق ضرور آپ پر دو زمانے گذرے اوائل میں آپ اس کا نام صرف محدثیت اور جزوی نبوت رکھتے تھے کیونکہ آپ عام مسلمانوں کے عقیدہ کی بنا پر نبی کے لئے یہ ضروری سمجھتے تھے کہ وہ شریعت لاوے یا کم از کم نبی سابق کی اُمّت نہ کہلائے لیکن بعد میں آپنے اسی کا نام نبوّت رکھا پس یہ کہنا غلط ہے کہ آپ اپنا دعویٰ نہیں سمجھے یا یہ کہ آپکے دعویٰ میں کوئی تبدیلی آئی +

(۲) دوسرا اختلافی مسئلہ حضرت مسیح موعودؑ کے درجہ اور مقام کا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آپ حضرت مسیح ناصریؑ سے اپنی تمام شان میں افضل تھے اور جب سے کہ آپنے اپنے لئے لفظ نبی کا اطلاق جائز کیا اسی وقت سے آپنے اپنی فضیلت کا بھی اقرار کیا اور اسے کلی فضیلت قرار دیا پہلے جزوی فضیلت سمجھتے تھے۔ اور چونکہ حضرت مسیح ناصریؑ بہت بزرگ پایہ کے نبی تھے اور بہت سے نبیوں سے افضل مانے گئے ہیں اسلئے حضرت مسیح موعودؑ کی بھی بہت سے انبیاءؑ پر فضیلت ثابت ہے۔ غرض مسیح موعودؑ کو ہم بہت بزرگ اور اولوالعزم نبیوں میں سے شمار کرتے ہیں۔ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین +

(۳) تیسرا اختلافی مسئلہ غیر احمدیوں کے کفر و اسلام کا ہے۔ کیا حضرت مسیح موعودؑ کا منکر کافر ہے یا مسلمان؟ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا منکر کافر ہے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے منکر کو ہم ایسا کافر نہیں سمجھتے کہ جیسے خدا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کو سمجھتے ہیں جو ان کفروں میں تمیز نہیں کرتا وہ غلطی کرتا ہے ہاں یہ ہم ضرور کہتے ہیں کہ چونکہ خدا کے سب فرستادہ ایک رنگ میں رنگین ہوتے ہیں اور ایک ہی مشن پر مبعوث ہوتے ہیں اسلئے اگر غور سے دیکھا جاوے

تو ایک رسول کا انکار در اصل سب رسولوں کا انکار بلکہ خود ذاتِ باری تعالیٰ کا انکار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسولؐ کو بھی نہیں مانتا۔

باقی رہا یہ سوال کہ غیر احمدی مسلمان ہیں یا نہیں؟ سو ہم ان کو ایک لحاظ سے مسلمان نہیں سمجھتے اور ایک لحاظ سے مسلمان کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ جو کلمہ گو ہے اور محمدؐ رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان لاتا ہے وہ مسلمان کہلاتا ہے ہم انکو مسلمان کہتے ہیں لیکن اس لحاظ سے کہ حقیقت اسلام میں یہ بات داخل ہے کہ اللہ کے سب رسولوں پر ایمان لایا جاوے اور یہ لوگ خدا کے رسول برحق حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کرتے ہیں ہم ان کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ یہ تو ان لوگوں کا ذکر ہوا جن تک حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ پہنچا ہے اور انہوں نے آپکو قبول نہیں کیا۔ فرض کرو کہ ایک گروہ ایسا ہے کہ جن تک ابھی آپ کا دعویٰ نہیں پہنچا۔ انکو ثواب عقاب کے لحاظ سے نہ ہم مسلمان قرار دیتے ہیں نہ کافر۔ مسلمان اسلیئے نہیں کہ اب اسلام صرف حضرت مسیح موعودؑ کی اتباع میں ہے پس جو آپ کی اتباع سے باہر ہے وہ مسلمان نہیں اور کافر اس لئے نہیں کہ اگر ان تک آپ کا دعویٰ ہی نہیں پہنچا تو وہ منکر یا باغی کس طرح قرار دیئے جا سکتے ہیں ہاں چونکہ ایسے تمام لوگ عملاً منکروں ہی کے ساتھ ہیں اور انہیں کے ہمخیال ہیں اسلیئے ہم بھی ان کو عملاً کافروں ہی کے اندر سمجھیں گے۔ کیونکہ شریعت کے لحاظ سے جس کی بنا ظاہر پر ہے ہر وہ شخص جو مسلمان اور مومن نہیں وہ کافر ہے۔ مگر ایسے لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق مواخذہ کے نیچے نہیں اور نہ وہ لوگ مواخذہ کے نیچے ہیں جن تک آپ کا دعویٰ تو پہنچا ہے مگر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا۔ مواخذہ کے نیچے صرف وہ لوگ ہیں جن پر حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اور یہ حضرت مسیح موعودؑ کی خصوصیت نہیں بلکہ آپ نے دوسرے انبیاءؑ سے بے خبروں کے متعلق بھی یہی فرمایا ہے۔ باقی کہنے کو ہم سب کو مسلمان ہی

کہتے ہیں جو محمدؐ رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ یہ حق رکھتا ہے کہ نام کے لحاظ سے مسلمان کہلائے۔ تمیز کی خاطر ہر قوم کو ایک نام دینا پڑتا ہے اور محمدؐ رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب ہونے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ پسند کیا کہ وہ مسلمان کہلائیں باقی اگر وہ اپنی شامت اعمال سے حقیقت اسلام کو خود اپنے اندر سے کھو بیٹھیں تو یہ ان کی اپنی بدقسمتی ہے۔ ہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مجرد دعویٰ کے انکار سے کفر کا فتویٰ صرف صاحب شریعت نبیوں کا ہی حق ہے اُمتی نبی کا انکار بالواسطہ کفر ہے مگر بلحاظ نتیجہ دونو کفر ایک ہی ہیں *

(۴) چوتھا مسئلہ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ کی پیشگوئی کا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ کہ اس پیشگوئی کا ظہور حضرت مسیح موعودؑ کے وجود میں ہوا اور آپ ہی اس کے صحیح مصداق ہیں مگر اسکو دو مختلف طریقوں پر مانا جاتا ہے گو نتیجہ ایک ہی ہے

(الف) ایک طریق یہ ہے کہ اس پیشگوئی میں ایک اَحْمَد نام والے رسول کی خبر دی گئی ہے اور چونکہ احمدؐ آنحضرت صلعم کا نام بطور علم یعنی اسم ذات کے ہرگز ثابت نہیں اور مسیح موعودؑ کا اگر غور سے دیکھا جاوے تو یقیناً ثابت ہے اسلئے یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود ہی کے لئے ہے علاوہ ازیں وہ علامات جو اس پیشگوئی میں موعود رسول کی بتائی گئی ہیں وہ بھی صرف مسیح موعودؑ ہی میں پائی جاتی ہیں ہاں چونکہ جو کچھ مسیح موعودؑ کا ہے وہ سب آنحضرت صلعم ہی کا طفیل ہے اسلئے اس لحاظ سے اگر یہ کہدیا جاوے کہ آنحضرت صلعم بھی اسکے مصداق ہیں تو حرج نہیں گو جیسا کہ بیان ہوا یہ پیشگوئی دراصل حضرت مسیح موعودؑ ہی کے متعلق اور وہی اسکے اصل مصداق ہیں *

(ب) دوسرا طریق اس پیشگوئی کے متعلق یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ اس پیشگوئی میں جو احمدؐ کا لفظ واقع ہوا ہے اس سے ایسا شخص مراد ہے کہ جو صفت احمدیت سے متصف ہو یعنی اس کا ظہور جمالی شان میں ہو اس لحاظ سے اس پیشگوئی کا مصداق بطریق اصلیت آنحضرت صلعم کا وجود ہے

کیونکہ آپ کی ذات مبارک میں صفت محمدیت اور احمدیت یعنی جلالی اور جمالی شان ہر دو کا بطریق کمال اجتماع ہوا ہے اور آپ کے سوا کوئی وجود ان دو صفات کا مجموعی طور پر کامل اور حقیقی مظہر نہیں گذرا لیکن ان دو صفات کا کامل ظہور ایک زمانہ میں نہیں ہوا بلکہ مقدر یوں تھا کہ ان صفات یعنی صفت محمدیت و صفت احمدیت کا ظہور آپ کی دو بعثتوں کے ذریعہ سے ہو۔ چنانچہ صفت محمدیت یعنی جلالی شان کا ظہور خود آپ کے وجود باجود کے ذریعہ بعث اوّل میں ہوا اور صفت احمدیت یعنی جمالی شان کا ظہور کامل بعث ثانی میں آپ کے کامل بروز حضرت مسیح موعود کے وجود سے ہوا۔ گویا اس لحاظ سے کہ اپنی ذات میں مستقل طور پر احمد کون ہے یہ پیشگوئی آنحضرت صلعم کے متعلق سمجھی جاوے گی لیکن اس لحاظ سے کہ وہ احمد کون ہے جسکے ذریعہ صفت احمدیت کا بالفعل ظہور ہوا اور جسکے اندر موعود رسول کی علامات پائی گئیں یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود کے متعلق ہے اس طرح اس پیشگوئی میں آنحضرت صلعم اور مسیح موعود دو نو شریک ہیں محمد رسول اللہ صلعم بطریق اصلیت اور حضرت مسیح موعود بطریق ظلیت گو جیسا کہ بیان ہوا اس لحاظ سے (اور دیکھا جاوے تو یہی اصل لحاظ ہے) کہ اس پیشگوئی کا ظہور کس وجود میں ہوا اور کس وجود میں اسکی علامات پائی گئیں یہ پیشگوئی صاف اور صریح طور پر صرف حضرت مسیح موعود کے متعلق ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے *

خلاصہ کلام یہ کہ اگر لفظ احمد کو علم یعنی اسم ذات کے طور پر لیا جاوے تو ہم اس پیشگوئی کو براہ راست مسیح موعود کے متعلق جانتے ہیں اور اگر احمد سے مراد صفت احمدیت سے متصف یعنی جمالی شان میں ظاہر ہونیوالا رسول ہو تو پھر بھی یہ پیشگوئی ہے تو صرف مسیح موعود ہی کے متعلق مگر آنحضرت صلعم کے واسطے سے *

(۵) پانچواں اختلاف مسئلہ خلافت کے متعلق ہے یعنی کیا حضرت مسیح موعود کے بعد خلافت کا سلسلہ بطریق خلافت راشدہ ضروری ہے یا نہیں؟ ہم خلافت کو ہر الٰہی سلسلہ کے لیئے ضروری سمجھتے ہیں۔ نبی خود ہمیشہ صرف بیج بوتا ہے اور

اپنے سلسلہ کو بظاہر ایک ناتمام حالت میں چھوڑتا ہے۔ پوری ترقی اور استحکام بعد میں ہوتے ہیں۔ اسکے لئے خلافت کا سلسلہ ضروری ہے تا جماعت کا اتحاد قائم رہے کیونکہ اتحاد ترقی کی کلید ہے حضرت عثمانؓ کو جب بعض نام و نہاد مسلمانوں نے قتل کرنا چاہا اور خلافت سے مستعفی ہونے کو کہا تو آپ نے فرمایا اگر تم میرے ساتھ ایسی حرکت کرو گے تو یاد رکھو کہ پھر قیامت تک تم میں کبھی اتحاد نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خلافت میں بڑی برکت ہے یہ وہ نقطہ ہے جس پر ساری جماعت اکٹھی جمع ہو جاتی ہے پس اسکو اڑانا جماعت کے شیرازہ کو بکھیرنا ہے کاش لوگ سمجھیں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی متعدد تحریرات میں جن میں الوصیت بھی شامل ہے خلافت کے سلسلہ کو ضروری قرار دیا ہے انجمنوں نے کبھی خلافت کے کام نہیں کیئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی کسی تحریر سے انجمن کی خلافت ثابت نہیں۔ ہاں خلیفہ کے ماتحت بعض معاملات میں وہ آپکی جانشین ہے مگر ان معاملات میں وہ آپ کی زندگی میں بھی آپ کی جانشین تھی ؎

(۶) چھٹا اختلاف غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے غیر احمدیوں کے پیچھے خواہ وہ کسی طبقہ اور خیال کے ہوں نماز پڑھنا قطعاً حرام قرار دیا ہے اور ضروری قرار دیا ہے کہ ہمارا امام ہمیں میں سے ہو۔ سو نہ ہم کسی مکفّر کے پیچھے نماز جائز سمجھتے ہیں نہ مکذّب کے پیچھے اور نہ متردّد کے پیچھے بلکہ صرف اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں جو ہم میں سے ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کو قبول کرتا ہے۔ اگر ہم کسی ایسی جگہ جاویں جہاں حضرت مسیح موعودؑ کا نام نہیں پہنچا تو وہاں بھی ہم کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتے غرض غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنا ہمارے خیال میں ہر صورت میں حرام اور قطعی حرام ہے ؎

(۷) ساتواں اختلافی مسئلہ جنازہ کا ہے۔ اسکے متعلق ہمارا عملی فتویٰ یہی ہے، کہ کسی غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنا چاہیئے۔ مفصل انشاء اللہ پھر لکھا جاویگا ؎

(۸) آٹھواں اختلاف غیر احمدیوں کو نکاح میں لڑکی دینے کے متعلق ہے غیر احمدیوں

کو نکاح میں لڑکی دینا ہمارے نزدیک ممنوع ہے۔حضرت مسیح موعودؑ نے اس سے روکا ہے اور اگر نہ بھی روکتے تو ویسے بھی ایک باغیرت احمدی کا دل کس طرح یہ گوارا کرسکتا ہے کہ اپنے لخت جگر کو خدا کے مسیح کے منکروں کے حوالہ کردے وہ قوم جس پر اللہ کے غضب کی آگ نازل ہورہی ہو اس سے دور بھاگنا چاہیئے نہ کہ اسکے اندر گھسنا چاہیئے ۔

یہ ہیں مختصر طور پر ہمارے عقاید۔حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کرنے والوں کو چاہیئے کہ مطالعہ کے وقت ان کو اپنے پیش نظر رکھیں اور پھر دیکھیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے آپکے یہ عقاید ثابت ہوتے ہیں جو مَیں نے بیان کیئے ہیں یا وہ جو غیر مبایعین بیان کرتے ہیں ۔ فقط

خاکسار مرزا بشیر احمدؐ ۱۶ - جنوری ۱۹۱۶ء

نوٹ

جن خریداروں کو جنوری ۱۹۱۸ء کا ریویو اُردو نہیں ملا وہ براہ مہربانی دفتر ریویو میں اطلاع دیں۔تاکہ انہیں بھیجدیا جاوے

خاکسار شیر علی مینجر ریویو قادیان

۳۱ - جنوری ۱۹۱۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارا آقا صلی اللہ علیہ وسلم

عرض حال

کس صاف نیت اور کس شوق کے ساتھ لیکن کیسے ڈرتے ڈرتے میرا قلم اُٹھا ہے اسے صرف میں جانتا ہوں یا وہ جس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ اور سچ پوچھئے تو صرف وہ ہی جانتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ میں اپنی نیت کو صالح سمجھتا ہوں اور اللہ کی نظر میں اسکے اندر کوئی فساد ہو۔ پس اسی سے نیت کی صفائی چاہتا ہوا اور اسی سے مدد طلب کرتا ہوا میں اس مضمون کو شروع کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے حالات لکھنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ نہایت نازک ذمہ داریوں کو چاہتا ہے۔ اسی وجہ سے میں باوجود مدت سے اپنے اندر یہ خواہش رکھنے کے خاموش رہا۔ مگر یہ دیکھکر دل کڑھتا ہے کہ مسلمانوں کی اولاد سیزر اور سکندر اور نپولین کی سوانح عمریاں پڑھتی ہے اور ان کے حالات سے واقف ہے مگر وہ جس نے تاریکی کے وقت اُٹھکر دنیا میں اُجالا کردیا اور گرمی کے وقت بادل بنکر رحمت کی بارشیں برسائیں اسکے حالات سے بالکل ناواقف اور ناآشنا ہے حالانکہ اسکی بات بات میں ہزاروں علوم فنون کے گنجینے مخفی ہیں اور اسکی ہر حرکت و سکون میں ہمارے لئے بیشمار سبق ہیں۔ اور اس کی زندگی کا چھوٹا سا چھوٹا واقعہ ہمارے لئے نور اور ہدایت ہے۔ یورپ نے اس مخفی خزانے کی طرف توجہ کی اور جہاں بہت سے ایسے نکلے جنہوں نے اپنی شقاوت نفس کیوجہ سے اسکو اعتراضات کا نشانہ بنایا وہاں ان میں وہ لوگ بھی پیدا ہوگئے جنہوں نے اس کی قدر کی اور اس سے فائدہ اُٹھایا مگر آجکل کے

مسلمان تو اس بات میں یورپ سے بھی گئے گذرے ہیں۔ خدا اجر دے مولانا شبلی نے اس طرف توجہ کی اور بحیثیت مجموعی مسلمانوں کے اندر اپنی ایک عمدہ اور مفید یادگار چھوڑی۔ سیرۃ النبی اردو کے لٹریچر میں ایک قابل قدر اضافہ ہے مگر با ایں ہمہ ایک مبتدی کے مطلب کی نہیں۔ اسلئے یہ ضرورت قائم ہے کہ ایک مختصر مگر پُرمغز سوانح عمری آنحضرت صلعم مسلمان نوجوانوں کے مذاق اور انکی ضروریات کو مدِنظر رکھکر لکھی جاوے۔ باریک بحثیں یا مختلف فیہ مسائل کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ آپ کی پاک زندگی کا ایک عام فہم خاکہ دلچسپ پیرایہ میں لوگوں کے سامنے رکھدیا جاوے۔ چاند بے گہنے بھی چاند ہی ہے بلکہ سادہ صورت میں اس کا حسن زیادہ دلکش و دلفریب ہے۔ اس لحاظ سے میرے سامنے جو کام ہے وہ نسبتاً بہت ہلکا ہے اور ان ذمہ داریوں سے ایک حد تک الگ ہے جو آنحضرت صلعم کی سوانح عمری لکھنے والے پر عائد ہوتی ہیں۔ مگر با ایں ہمہ کام نازک ہے اور اللہ کی نصرت اور تائید کی ہر قدم پر ضرورت ہے۔

مَیں نے اس کام کے لئے سیرۃ ابن ہشام۔ تاریخ طبری۔ طبقات ابن سعد کا مطالعہ کیا ہے خصوصاً موخرالذکر کا جو شروع سے لیکر آخر تک میرے زیر نظر رہی ہے۔ ان کتب کے واقعات کی درستی اور چھان بین کے لئے قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کو مَیں نے سامنے رکھا ہے۔ میرے سامنے جو کام ہے اسکے لئے اسی قدر ذخیرہ کافی ہے کیونکہ آنحضرت صلعم کے واقعات زندگی کے علم کے لئے یہی کتب ماخذ مانی گئی ہیں مگر مَیں وقتاً فوقتاً اور بھی بہت سی کتب دیکھتا رہا ہوں۔ از انجملہ تاریخ الکامل لابن الاثیر۔ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ اور سیرۃ النبی سے مَیں نے خاص فائدہ اٹھایا ہے۔ یوروپین مصنفین کی طرز اور انکے اعتراضات کو مدنظر رکھنے کے لئے مَیں نے سر ولیم میور کی لائف آف محمد کا بھی بغور مطالعہ کیا ہے۔ واللہ المستعان ٭

سہولت اور وضاحت کی غرض سے مَیں نے اس مضمون کو پانچ مختلف

بابوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا ہے باب اوّل میں انشاء اللہ ملک عرب کا جغرافیہ دیا جائیگا جس کا علم آنحضرت صلعم کے حالات زندگی سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ باب دوم میں تاریخ مکّہ اور احوال قریش تا پیدائش سرور کائنات تحریر کیئے جائینگے۔ باب سوم میں آنحضرت صلعم کی پیدائش سے لیکر بعثت تک کے حالات درج ہونگے۔ باب چہارم انشاء اللہ بعثت نبوی سے لیکر ہجرت تک کے واقعات پر مشتمل ہوگا۔ باب پنجم میں ہجرت سے آپ کی وفات تک کے حالات بیان کیئے جاوینگے۔ آخر میں ایک خاتمہ ہوگا جس میں کچھ پچھلے مضمون پر تبصرہ اور کچھ متفرق باتیں ہونگی ؛

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا اس کام میں حامی ہو اور مجھے اس کے پورا کرنے کی توفیق دے اور میری اس ناچیز خدمت کو شرف قبولیت بخشے اور مسلمان نوجوانوں کے لئے اسے مفید بنائے ؛ فقط والسلام

میرزا بشیر احمدؐ
۳۱۔ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء

نوٹ :۔ یہ مضمون پہلے انشاء اللہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے ریویو میں چھپیگا اور بعد میں پوری نظر ثانی کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کر دیا جائیگا جس کے ساتھ انشاء اللہ عرب کا ایک نقشہ اور مشہور خاندانوں کا شجرہ نسب بھی دیا جائیگا ؛

مرزا بشیر احمدؐ

ضروری اطلاع

خریداران ریویو خط وکتابت کے وقت اپنا نمبر خریداری ضرور نوٹ کیا کریں ورنہ تعمیل خطوط میں بہت دِقّت واقع ہوتی ہے ؛

مینجر ریویو قادیان

باب اوّل

جغرافیہ عرب کے بیان میں

محل وقوع و حدود اربعہ | عرب اس وسیع جزیرہ نما کا نام ہے جو برِ اعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ خط سرطان قریباً اسکے وسط سے گذرتا ہے اور جنوبی اور شمالی حدود علی الترتیب تقریباً ۱۳ عرض بلد شمالی اور ۳۰ عرض بلد شمالی ہیں۔ بعض کے نزدیک شمالی حد ۳۳ عرض بلد ہے اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عرب کی شمالی حدود کے متعلق ماہران جغرافیہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔ بعض صحرائے شام کو عرب کے اندر شمار کرتے ہیں اور میرے نزدیک بھی یہی قرین قیاس ہے لیکن اکثر اس طرف گئے ہیں کہ صحرائے شام عرب کا حصّہ نہیں بلکہ باہر ہے۔ اس اختلاف کیوجہ سے عرب کی شکل کے متعلق بھی اختلاف ہو گیا ہے۔ صحرائے شام کو عرب کے اندر شمار کرنے والوں کے نزدیک عرب ایک مثلث شکل کا ملک ہے لیکن دوسرا گروہ اسے مستطیل کہتا ہے۔ مَیں نے یہاں سہولت کے لئے بڑے گروہ کے مذہب کو اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ حدود اربعہ عرب کی یہ ہیں مشرق میں خلیج فارس اور بحر عمان مغرب میں بحیرہ قلزم جنوب میں بحر ہند اور شمال میں ملک شام اور صحرائے شام اور عراق *

شکل اور رقبہ | عرب کی شکل تقریباً ایک مستطیل کی ہے جسکے تین طرف پانی ہے اور ایک طرف خشکی۔ ملک کی وسعت کے لحاظ سے ساحل کی لمبائی بہت کم ہے کیونکہ وہ عموماً باقاعدہ اور بغیر ٹوٹا ہوا ہے گو کہیں کہیں زمین سمندر کے اندر گھس آئی ہے اور پانی ملک کے اندر چلا گیا ہے۔ ساحل کی باقاعدگی عمدہ بندرگاہوں کی کمی کی مستلزم ہے۔ عرب کا رقبہ تقریباً بارہ لاکھ

مربع میل ہے اور طول قریباً پندرہ سو میل اور عرض اوسطاً سات آٹھ سو میل ہے۔ گویا وسعت کے لحاظ سے عرب دنیا کے بڑے ملکوں میں سے ایک ہے مگر آبادی پر نظر ڈالیں تو بعض چھوٹے سے چھوٹے ملک بھی اس سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وجوہات آگے ظاہر ہو جائینگی ؀

سطح | ملک کی سطح اور زمین کی نوعیت کے لحاظ سے جغرافیہ دان عرب کو تین قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ساحلی علاقہ پہاڑی علاقہ اور صحرائی علاقہ۔ مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ شمالاً جنوباً پہاڑوں کا ایک وسیع سلسلہ چلا گیا ہے۔ جسے جبل السراۃ کہتے ہیں۔ اس پہاڑی سلسلہ کے قریباً وسط سے ایک اور پہاڑی سلسلہ جو درحقیقت کئی سلسلوں سے مرکب ہے اور شمالاً جنوباً بھی بہت دُور دُور تک پھیلا ہوا ہے ملک کے مشرقی ساحل کی طرف نکل گیا ہے اس وسیع علاقہ کو جو عرب کے وسط میں واقع ہے اور سطح سمندر سے خاصہ اونچا ہے سطح مرتفع نجد کہتے ہیں۔ سطح مرتفع نجد کے شمال اور جنوب اور کچھ مشرق میں نہایت وسیع صحرا واقع ہیں جو وہ بھی دراصل سطح مرتفع ہی ہیں۔ شمالی صحرا شمال میں صحرائے شام سے جا ملتا ہے اور جنوبی صحرا جو وسعت میں بہت بڑا ہے اور ریگستان ہی ریگستان ہے الربع الخالی کے نام سے مشہور ہے۔ جنوبی اور جنوب مشرقی ساحل کے پاس بھی اونچے اونچے پہاڑی سلسلے ہیں ؀

عرب میں ایسا دریا کوئی بھی نہیں کہ جو ذکر کے قابل ہو اور پانی کی اسقدر قلت ہے کہ بعض جگہ سینکڑوں میل تک پانی کا نام نہیں۔ ہاں کہیں کہیں چشمے ہیں اور انہیں پر تمام آبادی کا دارو مدار ہے ؀

آب و ہوا | ماہران جغرافیہ جانتے ہیں کہ عرب کو باہر سے اسکا نام صرف دو طرف سے ہوائیں پہنچ سکتی ہیں ایک شمال مشرق سے اور ایک جنوب مغرب سے لیکن چونکہ عرب کے ان ہر دو طرفوں میں عملاً خشکی ہی خشکی ہے اسلئے یہ ہوائیں بھی خشک ہی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بارش کی بہت قلت ہے۔ ہاں پہاڑی علاقے کچھ

ء کچھ ان ہواؤں سے بھی پانی نچوڑ ہی لیتے ہیں اور اس طرح بعض علاقوں میں بارش ہو جاتی ہے خط سرطان کا اس ملک کے وسط سے گذرنا بھی اسکی صحرائی حالت اور کمی بارش کی وجہ بنا رہا ہے کیونکہ یہ علاقہ دائمی ہواؤں کے لحاظ سے سکون کا منطقہ ہے جیسا کہ جغرافیہ دان جانتے ہیں۔ پس عام طور پر یہی کہا جائیگا۔ کہ آب و ہوا کے لحاظ سے عرب ایک نہایت گرم اور خشک ملک ہے گو جیسا کہ بیان ہوا بعض علاقے اس سے قدرے مستثنیٰ ہیں۔ ریت کا دن کے وقت سخت تپ جانا اور رات کو بہت جلد ٹھنڈا ہو جانا ایسی بات ہے جسے سب جانتے ہیں اسی کی وجہ ہے کہ عرب میں رات اور دن کے درجہ حرارت میں بہت فرق ہوتا ہے۔ شبنم کی کثرت بھی اسی وجہ سے ہے موسم سرما میں بعض حصوں میں کافی سردی پڑتی ہے ؛

پیداوار نباتاتی۔ سب سے بڑی اور وسیع الحلقہ پیداوار کھجور ہے جو تقریباً سارے ملک پر پائی جاتی ہے گو بعض علاقے خاص طور پر اسکے لئے مشہور ہیں۔ عربوں کی اصل اور بڑی خوراک جن پر ان کا گذارہ ہے یہی ہے۔ اور اس سے وہ کئی قسم کی چیزیں تیار کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ جہاں کھیتی باڑی ہو سکتی ہے مثلاً بعض ساحلی علاقے اور پہاڑوں کی وادیاں وغیرہ وہاں بعض قبائل کھیتی باڑی بھی کرتے ہیں اور اپنے لئے کچھ غلہ پیدا کر لیتے ہیں مگر کھیتی باڑی عرب کی فطرت کے خلاف ہے اسی لئے عام طور پر عرب لوگ کھیتی کرنے والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بعض علاقوں میں انگور اور بعض دوسرے پھل بھی ہوتے ہیں۔ عرب کے اکثر حصوں میں جہاں پانی میسر ہے لوگوں نے اپنے باغات رکھے ہوئے ہیں۔ حجاز میں طائف اسکے لئے مشہور تھا۔ کافی بھی عرب میں ہوتی ہے یمن کی کافی اچھی سمجھی جاتی ہے۔ جوار، جو اور گندم بھی کہیں کہیں پیدا کی جاتی ہے خصوصاً جوار۔ لوبیا اور دالیں اکثر جگہ بوئی جاتی ہیں۔ اسی طرح عرب میں بعض ترکاریاں بھی ہوتی ہیں۔ نیز بارش کے علاقوں میں گھاس وغیرہ اچھا اگ آتا ہے اور اس طرح یہ علاقے جانوروں کے لئے چراگاہ کا کام دیتے ہیں۔ تمام قبائل کے اپنے

اپنے چراگاہ ہیں۔ سطح مرتفع نجد خصوصاً چراگاہوں کا مرکز ہے ❊

حیوانی۔ پالتو جانوروں میں سے تین خصوصیت کے ساتھ نہایت مشہور ہیں اونٹ گھوڑا اور گدھا۔ عرب کا گھوڑا بعض لحاظ سے ساری دنیا کے گھوڑوں میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے عرب اسے بہت عزیز رکھتے ہیں اور عام طور پر اسکی نسل باہر نہیں جانے دیتے۔ نجدی گھوڑا عرب میں خاص نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اونٹ تو گویا ضروریات زندگی سے ہے۔ اسکے بغیر عرب جیسے صحرائی ملک میں سفر قریباً محال ہے۔ ضرورت کے وقت اس کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔ بھیڑ بکریاں بھی بہت ہوتی ہیں۔ اور امراان کے گلّے کے گلّے رکھتے ہیں۔ گائے بیل بھی ہوتے ہیں مگر بھینس بہت شاذ۔ جنگلی جانوروں میں تیندوا چیتا بھی بعض علاقوں میں ملتا ہے۔ بھیڑیئے لگڑ بگڑ بندر وغیرہ بھی بہت ہوتے ہیں۔ ہرن (غزال) بہت ہوتا ہے اور شکار کیا جاتا ہے۔ جنگلی بکری بھی پہاڑوں میں اکثر ملتی ہے۔ جنگلی گدھا بھی پایا جاتا ہے۔ پرندوں میں شتر مرغ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے یہ ایک بہت بڑا لمبی ٹانگوں والا جانور ہوتا ہے جو اس تیزی سے بھاگتا ہے کہ گھوڑے کو بھی پاس نہیں پھٹکنے دیتا۔ زمین کے ساتھ لگ کر چلنے والے جانوروں میں صرف گرگٹ کی قسم کے جانوروں کی کثرت ہے باقی کم ہیں گو سانپ وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔ ٹڈی جس کا گوشت کھایا جاتا ہے بہت کثرت سے ہوتی ہے اور فصلوں وغیرہ کا بہت نقصان کرتی ہے۔ ساحل کے قریب مچھلی بہت کثرت سے ملتی ہے اور لوگ اسے پکڑتے ہیں ❊

معدنی۔ معدنیات خصوصاً قیمتی اور مفید معدنیات عرب میں بہت کم ہیں مقابلتاً سیسہ کی کثرت ہے اور کچھ کچھ چاندی اور لوہا اور گندھک اور نمک بھی پائے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ کچھ کچھ سونا بھی موجود ہے ❊

ملکی تقسیم ملکی تقسیم کے لحاظ سے عرب بہت سے حصوں میں تقسیم ہے جن میں سے بڑے بڑے حصے حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مغرب میں حجاز ہے جو بحیرہ قلزم کے ساتھ ساتھ نجد سے غربی جانب اور شمال میں شام تک پھیلے ہوئے ساحلی علاقے کا نام ہے۔ یہ سب سے زیادہ مشہور اور اہم علاقہ ہے۔ اسی میں مکہ اور طائف اور مدینہ اور جدہ وغیرہ بڑے بڑے شہر آباد ہیں۔ حجاز کے نیچے اور بعض کے نزدیک اسکے اندر شامل تہامہ بھی ایک علاقہ ہے جو بحیرہ قلزم کے ساتھ کا ساحلی علاقہ ہے ؛

(۲) جنوب مغرب میں یمن ہے یہ بہت مشہور علاقہ ہے۔ تہامہ کے جنوب میں کچھ بحیرہ قلزم کے ساحل اور کچھ بحر ہند کے ساحل کو اپنے اندر لیئے ہوئے ہے۔ اسلام سے پہلے زمانہ میں یہ ایک اچھی طاقتور سلطنت کا مرکز تھا۔ اس کا بڑا شہر صنعاء ہے جو کسی زمانہ میں بہت مشہور تھا اور سلطنت یمن کا پایہ تخت تھا۔ اسکے ساتھ ہی ملتا جلتا نجران ایک اور علاقہ ہے جو یمن کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ اسلام سے پہلے اور اسلام کے ابتدائی زمانے میں یہ عیسائیوں کا ایک اچھا مضبوط مرکز تھا ؛

(۳) جنوب میں ہی حضرموت یمن کے شرق کی طرف ایک مشہور علاقہ ہے جو عرب کی جنوبی ساحل کے ساتھ واقع ہے حضرموت کے مشرق کی طرف مہرہ بھی ایک علاقہ ہے ؛

(۴) جنوب مشرق میں عمان ایک اور بہت مشہور علاقہ ہے۔ جو عرب کے جنوب مشرقی ساحل کے ساتھ واقع ہے اس کا دار الخلافہ مسقط ہے جو ایک مشہور شہر ہے؛

(۵) مشرق میں عمان کے شمال کی طرف خلیج فارس کے ساحل کے ساتھ الحسا ایک اور علاقہ ہے جسکے ساتھ بحرین کے جزیرے ہیں اور اسی وجہ سے الحسا کو بحرین بھی کہہ دیتے ہیں یہ بھی ایک بہت مشہور علاقہ ہے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اسکے ساحل کے پاس موتی وغیرہ نکالے جاتے ہیں ؛

(۶) عرب کے وسط میں نجد نہایت وسیع اور مشہور علاقہ ہے جو خود آگے کئی علاقوں میں منقسم ہے۔ یمامہ کا علاقہ اسکے جنوب مشرق میں ہے یمامہ کے نیچے اور

حضر موت کے اوپر الاحقاف بھی ایک وسیع علاقہ ہے مگر یہ آجکل بالکل غیر آباد ہے قوم عاد کا یہی مسکن تھا۔ نجد کے شمال مغرب میں حجاز کے ساتھ ملا ہوا خیبر ایک چھوٹا سا علاقہ ہے یہ قدیم زمانہ میں یہود کا ایک بڑا مرکز تھا جو قلعوں کے ساتھ مضبوط کیا گیا تھا۔ خیبر کے شمال مشرق میں تیما بھی ایک چھوٹا سا علاقہ ہے۔ یہ بڑے بڑے علاقے ہیں جن میں ملک عرب منقسم ہے تاریخ عرب اور آنحضرت صلعم کے سوانح کا مطالعہ کرنیوالوں کو چاہیئے کہ انکو یاد رکھیں کیونکہ ان علاقوں اور ان کے اندر کے شہروں اور بستیوں وغیرہ کا اس میں کئی موقعوں پر ذکر آئیگا۔

باشندگان عرب ایک بہت کم آباد ملک ہے۔ بارش کی کمی ریگستان کی زیادتی نباتاتی اور معدنی پیداوار کی قلت نے مل ملا کر اس کی آبادی کو بڑھنے نہیں دیا تاہم آجکل ایک کروڑ کے قریب اس کی کل آبادی بتائی جاتی ہے جو حالات موجودہ کے ماتحت کم نہیں۔

تقسیم آبادی کے لحاظ سے مؤرخین نے عرب کی اقوام و قبائل کو دو یا ایک لحاظ سے تین حصوں پر منقسم کیا ہے :-

اوّل عرب عاربہ یعنی عرب کے اصل پرانے باشندے۔ یہ دو حصوں پر تقسیم کیئے گئے ہیں :-

(الف) عرب کے وہ قدیم ترین قبائل جو اسلام سے بہت پہلے فنا ہو چکے تھے۔ بُعد زمانہ کی وجہ سے ان کے حالات کی تفصیل ہم کو معلوم نہیں۔ ہاں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی قبائل تھے جو ملک کے مختلف حصوں میں آباد تھے۔ انہیں سے بعض کی اچھی اچھی زور دار ریاستیں تھیں۔ عاد و ثمود و طسم و جدیس انہی میں سے چند قبائل کے نام ہیں۔ ان کو عرب بائدہ بھی کہتے ہیں

(ب) وہ قبائل جو بنو قحطان کے نام سے معروف ہیں یہ عرب بائدہ کے بعد ملک میں پھیلے۔ ان کا اصل وطن یمن تھا جہاں سے یہ سارے ملک میں پھیل گئے

اور کئی شاخیں بن گئیں۔ مدینہ کے رہنے والے انصار (اوس اور خزرج) بھی بنو قحطان ہی سے تھے۔ عرب کے شمال میں حیرۃ اور غسان (یہ نام یاد رکھنے والے ہیں) کی مشہور سلطنتوں کے فرمانروا بھی اسی اصل سے متعلق تھے۔ بنو قحطان میں سے بعض قبائل نے بہت طاقت اور اقتدار حاصل کیا اور ظہور اسلام کے وقت بھی یہ کافی زور میں تھے۔ اور ملک کا ایک بڑا حصہ ان سے آباد تھا بعض اوقات عرب عاربہ صرف انہی کا نام رکھا جاتا ہے کیونکہ یہی وہ عرب کے اصل باشندے تھے جو ملک میں مستقل طور پر موجود رہے ؛

دوسرے عرب مستعربہ یعنی باہر سے آئے ہوئے لوگ جو عرب میں آباد ہوگئے ان میں زیادہ تر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد تھی جو حجاز میں آباد ہوئی۔ انکو عدنانی بھی کہتے ہیں کیونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد میں بڑا شخص جس سے یہ لوگ پھیلے عدنان ہی تھا۔ آنحضرت صلعم اسی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں عرب مستعربہ بھی کئی شاخوں میں تقسیم ہوگئے جن میں سے قریش جو مکہ میں آباد تھے بہت مشہور اور طاقتور تھے۔ قریش کا مفصل ذکر آگے بیان ہوگا ؛

تہذیب و تمدن و مذہب

عرب کے بعض حصے اسلام سے پہلے تہذیب کے اعلیٰ مقام پر رہ چکے تھے مثلاً یمن جو قدیم زمانہ میں ایک بڑی سلطنت کا گھر تھا اسی طرح شمال میں حیرۃ اور غسان تہذیب سے خالی نہ تھی مگر بحیثیت مجموعی عرب کا سارا ملک ایک تاریکی اور جہالت کے گڑھے میں پڑا تھا اور اگر اسلامی نقطہ خیال سے دیکھا جاوے تو یہ چند جگہیں جہاں کچھ تہذیب نظر آتی ہے یہ بھی اسی تاریکی میں مبتلا تھیں جس میں باقی عرب پڑا تھا ہاں صرف مدنیت کی وجہ سے، وہ وحشت نہ تھی اور عیش و عشرت کے زیادہ سامان مہیا تھے۔ عرب جہالت کا گھر تھا قماربازی شرابخوری اور زناکی یہ کثرت تھی کہ الامان اور ان چیزوں کو جائے فخر سمجھا جاتا تھا۔ زمانہ جاہلیت کے شاعر بڑے مزے لے لیکر فخریہ لہجہ میں ان باتوں میں اپنے کارنامے سناتے ہیں۔ عورتوں میں پردہ کی

رسم نہ تھی بلکہ کھلی پھرتی تھیں۔ باپ کی منکوحہ بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی دو حقیقی بہنوں سے شادی جائز تھی ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کی رسم عام تھی۔ قتل و غارت کا یہ حال تھا کہ بات بات پر تلوار چل جاتی ہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بعض دفعہ ایک نہایت چھوٹی بات پر دو قبیلوں میں جنگ شروع ہوا اور پھر آہستہ آہستہ دوسرے قبائل بھی اس میں شریک ہو گئے اور سالہا سال تک قتل و غارت کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر بوجہ مفلسی کے بھی غارتگری کا بازار گرم رہتا تھا۔ جب داؤ لگتا ایک قبیلہ دوسرے کو لوٹ لیتا تھا۔ لڑائی کے سلسلہ کو جاری رکھنے والا ایک بڑا ذریعہ ثار یعنی بدلا لینے کا عقیدہ بھی تھا۔ جب کسی قبیلہ کا کوئی آدمی مارا جاتا تھا تو اسکے رشتہ داروں اور اہل قبیلہ کا یہ فرض ہو جاتا تھا کہ قاتل کو یا اسکے رشتہ داروں میں سے کسی کو یا اسکے قبیلہ کے کسی آدمی کو مقتول کے بدلے میں قتل کریں مقتول کے بدلے میں دیت یعنی خون بہا لینے کا بھی رواج تھا مگر عموماً جب تک مقتول کا قتل کے ساتھ بدلہ نہ لیا جاتا اسوقت تک اسکے رشتہ داروں کے دلوں میں ایک آگ سی لگی رہتی تھی جسے صرف قاتل کا خون بجھا سکتا تھا لیکن جب ایک طرف کی آگ بجھتی تھی تو دوسری طرف بھی آگ شعلہ زن ہو جاتی تھی اس طرح یہ سلسلہ ایسا وسیع ہوتا تھا کہ بعض اوقات قبیلے کے قبیلے فنا ہو جاتے تھے۔ پھر صرف قاتل کو مارنے تک ہی مقتول کا انتقام ختم نہ ہوتا تھا بلکہ مُردوں کے ہاتھ پاؤں کان ناک وغیرہ کاٹ کر اپنے دل کو ٹھنڈا کیا جاتا تھا اسے مُثلہ کرنا کہتے تھے۔ ہندہ زوجہ ابو سفیان نے جنگ اُحد میں آنحضرت صلعم کے حقیقی چچا حمزہؓ کے ساتھ یہی سلوک کیا اور اسکے علاوہ نہایت بے دردی کے ساتھ آپ کا جگر نکال کر بھی چبا گئی مگر یہ رحمۃ للعالمینؐ کا دل و گردہ تھا کہ جب فتح مکہ کے بعد یہی ہندہ آپکے سامنے آئی تو آپنے کوئی انتقام نہیں لیا بلکہ معاف فرمایا۔ پھر جنگ میں جو چھوٹے چھوٹے بچے اور عورتیں قید ہو کر آتی تھیں ان کو بھی قتل کر ڈالنے میں دریغ نہ تھا۔ انتقام پورا کرنے کے لئے مُردوں کی کھوپریوں میں شراب پینا اور حاملہ عورتوں کا نیزہ مار کر حمل گرا دینا۔ غفلت کی حالت

میں سوتے ہوئے آدمیوں پر حملہ کر دینا۔ یہ ایسی باتیں تھیں جن کو عرب کی سوسائیٹی جائز قرار دیتی تھی مگر جہاں یہ گندے اخلاق تھے وہاں تصویر کا دوسرا پہلو بھی موجود تھا عرب نہایت دلیر اور بہادر لوگ تھے اور موت سے بالکل نہ ڈرتے تھے۔ رشتہ داری کا بہت پاس رکھنے والے اور پڑوسی کی حمایت کرنے والے تھے۔ مہمان نوازی عرب کی فطرت کا ایک حصہ تھی مہمان کی خاطر گھر کا سب کچھ خرچ کر ڈالنے میں دریغ نہ تھا۔ عرب لوگوں کی طبیعت میں ذکاوت تھی اور حافظہ غضب کا تیز تھا۔ اپنے بزرگوں کی یاد کو قائم رکھنے والے اور نہایت آزاد لوگ تھے۔ سخاوت ایک نہایت اعلیٰ وصف سمجھا جاتا تھا اسی طرح عرب کی غیرت بھی مشہور ہے۔ عرب کی دیانت کے قصے بھی کم مشہور نہیں ؎

عرب میں کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی بلکہ ہر ایک قبیلہ کا الگ الگ اپنا سردار ہوتا تھا جسکی سب اطاعت کرتے تھے مگر اس میں بھی آزادی کا پہلو موجود تھا۔

خوراک و لباس اور عام بود و باش کی طرز سادہ اور ابتدائی تھی۔ لڑائی کے موقع پر عموماً یہ تین ہتھیار استعمال کیئے جاتے تھے تلوار تیر کمان اور نیزہ۔ بچاؤ کے لئے زرہ خود اور گاہے ڈھال بھی استعمال کی جاتی تھی بعض اوقات جنگوں میں عورتیں بھی ساتھ جاتی تھیں مگر عورتیں لڑائی میں حصہ نہ لیتی تھیں بلکہ مردوں کو اشتعال انگیز کلام سے ابھارنے اور غیرت دلانے اور زخمیوں کی خبر گیری کرنے کا کام دیتی تھیں ؎

عرب اپنے سال اور ماہ چاند کی گردش کے مطابق شمار کرتے ہیں لہذا عربی مہینوں کا موسموں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جیسا کہ شمسی مہینوں کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی مثلاً رمضان کا مہینہ گرمیوں میں ہوتا ہے اور کبھی سردیوں میں۔ شمسی اور قمری سالوں میں قریباً دس دن کا فرق ہوتا ہے جو ۳۶ سال کے بعد پورے ایک سال کا فرق ہو جاتا ہے گویا ایک قمری ماہ جو آج وسط گرما میں آیا ہے وہ پورے ۳۶ سال کے بعد گردش کر کے پھر وسط گرما میں پہنچیگا وھلم جراً۔ عربی مہینوں کے نام یہ ہیں محرم[۱] صفر[۲] ربیع الاول[۳] ربیع الآخر[۴] جمادی الاولی[۵] جمادی الآخرة[۶]۔ رجب[۷] شعبان[۸] رمضان[۹]

شوال ذی قعدۃ اور ذی الحجہ ان میں سے پہلا ساتواں اور آخری دو ماہ عزت کے مہینے سمجھے جاتے تھے

تعلیم عرب میں تھی تو سہی مگر برائے نام۔ سوائے خاص خاص اشخاص کے سارا ملک ان پڑھ تھا اور یہ چند خواندہ لوگ زیادہ تر شہروں میں تھے مگر باوجود اس جہالت کے عربوں کو اپنی فصاحت اور بلاغت پر خاص گھمنڈ تھا اسی وجہ سے وہ اپنے سوا باقی تمام دنیا کو عجمی یعنی گنگ کہتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ فصاحت میں عرب کو واقعی عمدہ درجہ کمال حاصل تھا۔ شعرا ملک کے لیڈر سمجھے جاتے تھے اور اپنی فصاحت سے ان کو یہ طاقت حاصل تھی کہ ایک بات میں جنگ برپا کردیں اور ملک میں آگ لگادیں۔ عرب کے خاص خاص مرکزوں میں شعرا جمع ہو کر اپنی طبع آزمائیاں کیا کرتے تھے۔ عکاظ جو نخلہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے اسکے لئے خاص طور پر مشہور تھا جہاں ہر سال میلہ لگتا تھا اور دور دراز سے لوگ جمع ہوتے تھے اور علاوہ دوسری باتوں کے فصاحت اور بلاغت اور شاعری کے باہم مقابلے ہوتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جب عرب کے مختلف حصوں سے آنحضرت صلعم کے پاس وفود آئے تو انہیں سے بنو تمیم کے وفد نے آنحضرت صلعم کے سامنے یہی معیار صداقت رکھا کہ ہمارے ساتھ آپ کا شاعر مقابلہ کرے جو جیت جائے وہی سچا ہے چنانچہ انہوں نے اپنا شاعر کھڑا کیا جس نے اپنے قبیلہ کی تعریف میں چند شعر کہے پھر مسلمانوں کی طرف سے حضرت حسان بن ثابت انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں کی تعریف میں شعر کہے جنکی فصاحت کا سکہ ان کو ماننا پڑا اور اس طرح وہ قبیلہ مسلمان ہوا ؁

عرب ایک تاجر قوم تھی اور انکے قافلے تجارت کے لئے اِدھر اُدھر آتے جاتے رہتے تھے قریش مکہ کی تجارت زیادہ تر شمال میں شام کے ساتھ اور جنوب میں یمن کے ساتھ رہتی تھی اور ان کے تجارتی قافلے باقاعدہ ان ملکوں کی طرف جاتے تھے۔ مکہ سے شام کی طرف جانے والا زیادہ معروف راستہ

بحیرۂ قلزم کی ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کو جاتا تھا۔ مگر مدینہ راستہ میں نہ پڑتا تھا بلکہ مدینہ کے محاذ میں پہنچکر بدر ایک جگہ کا نام ہے وہاں سے مدینہ کا راستہ مشرق کی طرف الگ ہو جاتا تھا ؀

طرز زندگی کے لحاظ سے عرب دو قسموں پر منقسم تھے۔ شہروں میں رہنے والے جنکو الحضر کہتے ہیں اور دوسرے البدو۔ شہروں میں رہنے والے تو ایک جگہ جمکر رہنے والے تھے اور ان کا ایک خاص تمدن تھا مگر بدوی لوگوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ خیموں اور عارضی گھروں میں رہتے تھے اور ایک وسیع علاقے میں اِدھر اُدھر پھرتے رہتے تھے اور جہاں پانی اور سبزی پاتے وہاں ڈیرہ لگا دیتے پھر کسی اور طرف نکل جاتے۔ اسی طرح انکی زندگی بسر ہو جاتی تھی۔ اس طرز زندگی کے نقشے قدیم شاعروں نے اپنے کلام میں خوب عمدگی کے ساتھ کھینچے ہیں۔ ان لوگوں کی زبان شہری لوگوں کی نسبت زیادہ صاف اور خالص تھی اور ان میں اصل عربی فطرت اور عادات کی تصویر زیادہ واضح طور پر نظر آتی تھی ؀

عرب میں اسلام سے پہلے مختلف مذاہب تھے مگر بت پرستی اور رسوم کی پابندی قریباً سب میں مشترک نظر آتی ہے۔ اللہ پر ایمان بھی تھا مگر بتوں کو اس تک پہنچنے کا ذریعہ اور واسطہ سمجھتے تھے۔ لیکن اس واسطہ میں ایسے الجھے ہوئے تھے کہ اصل بالکل خیال سے نکل گیا تھا۔ مشترک بتوں کے علاوہ ہر ایک قبیلے کا اپنا اپنا بت بھی تھا۔ اس طرح لکھا ہے کہ عزّیٰ قریش اور بنی کنانہ کا بت تھا۔ طائف میں لات بنو ثقیف کا بت تھا۔ منات اوس اور خزرج (اہالیان مدینہ) وغیرہ کا بت تھا وغیرہ وغیرہ۔ سب سے بڑا بت ھبل تھا جو کعبے میں منصوب تھا۔ جنگ میں فتح کے موقع پر اسکے نام پر نعرے لگتے تھے چنانچہ جنگ اُحد میں جب کفار مکہ کو فتح حاصل ہوئی اور نبی کریمؐ زخمی ہوئے تو اسوقت ابوسفیان نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے اُعلُ ھبلُ ہی کا نعرہ لگایا تھا یعنی اے ھبل تو اونچا ہو جس پر حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کے فرمانے پر کہا اللہ اعلیٰ و اجلّ

یعنی اللہ ہی اونچا اور بلند ہے۔ وَدّ سُواع یَغوث یَعوق اور نَسر بھی مشہور تماثیل کے نام ہیں۔ مکہ میں کعبہ جو خدا کا گھر تھا اور اسی کی عبادت کے لئے بنایا گیا تھا اس میں بھی ان بت پرستوں نے سینکڑوں بت جمع کر دیئے تھے۔ کعبہ کے حج کے لئے ہر سال ماہ ذی الحجۃ میں تمام عرب سے لوگ آتے تھے۔ اور عُمرہ کیلئے تو سارا سال کھلا تھا۔ مکہ اور مکہ کے اِرد گرد کا علاقہ حَرَم کا علاقہ تھا جس میں ہر قسم کا کُشت و خون ناجائز سمجھا جاتا تھا اور بارہ مہینوں میں سے چار ماہ یعنی سال کا پہلا ماہ محرم اور ساتواں مہینہ رجب اور آخری دو ماہ ذی قعدۃ اور ذی الحجہ اشہر حرم یعنی عزت کے مہینے شمار کیے جاتے تھے جن میں تمام عرب میں کُشت و خون رُک جاتا تھا اور لوگ امن کے ساتھ اِدھر اُدھر آجا سکتے تھے۔ بُت پرستی کے علاوہ عرب میں نصرانیت اور یہودیت اور مجوسیت (کہتے ہیں صابی مذہب اسی کی شاخ تھا) بھی پائے جاتے تھے۔ خود مکہ معظمہ میں بھی دو چار ایسے لوگ موجود تھے جو عیسائی مذہب سے کچھ واقفیت رکھتے تھے۔ ورقہ بن نوفل جو حضرت خدیجہؓ زوجۂ آنحضرت صلعم کے رشتہ دار تھے انہی لوگوں میں سے تھے۔ نجران عیسائی مذہب کا ایک اچھا مرکز تھا یمن میں یہود بھی موجود تھے۔ خیبر انکا بڑا مرکز تھا خود مدینہ میں بھی انکے تین قبیلے تھے مگر مکہ میں کوئی یہودی نہ تھا۔ گویا عملاً مکہ یہود اور عیسائی ہر دو سے خالی تھا۔

ایک مذہب حنیفی بھی تھا جو حضرت ابراہیم کی طرف منسوب ہوتا تھا اور اس میں توحید خالص تھی گو زمانہ کے بُعد کی وجہ سے اس میں شرک کی ملونی بھی آگئی تھی۔ آنحضرت صلعم کی بعثت کے زمانہ میں اور اس سے کچھ پہلے بعض لوگ اس مذہب کے پیرو تھے مگر بہت کم۔ یہ لوگ بُت پرستی سے مجتنب تھے اور ایک خدا کے قائل تھے۔ حضرت عمرؓ کے چچا زید بن عمرو انہی لوگوں میں سے تھے مگر بعثت نبوی سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ سعید بن زید مشہور صحابی ہیں وہ انہی کے بیٹے تھے۔

گویا باوجود ان مختلف مذاہب کے پائے جانے کے ملک کا مذہب بُت پرستی ہی تھا اور دوسرے لوگ اتنے بھی نہ تھے جیسے کھانے میں نمک۔ پھر یہ بھی جو کچھ تھے

سخت بگڑی ہوئی حالت میں تھے اسی طرف اشارہ ہے اس آیت کریمہ میں کہ ظہر الفساد فی البر والبحر" یعنی فساد اور ضلالت خشکی اور تری ہر دو میں ظاہر ہو چکی ہے یہاں خشکی سے مراد وہ مذہب ہے جسکی بنیاد الہام الٰہی پر نہیں اور تری سے مراد وہ مذاہب ہیں جو اپنی بنیاد الہام الٰہی پر رکھتے ہیں یعنی ایسی حالت ہو رہی ہے کہ ہر دو قسم کے مذاہب ضلالت اور تاریکی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں اور دنیا ایک فساد عظیم کا میدان بن رہی ہے - اب دیکھو کہ جب زمین پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو سورج نکلتا ہے - اور جب زمین تپ جاتی ہے تو بارش کو کھینچتی ہے تو کیا روحانی اندھیرے کے اندر روحانی سورج نہ نکلتا - اور کیا روحانی زمین کی تپش روحانی بارش کو نہ کھینچتی - ملاحظہ ہو فمحونا اٰیۃ الیل وجعلنا اٰیۃ النہار مبصرۃ نیز واعلموا ان اللّٰہ یحیی الارض بعد موتھا چنانچہ ناگہاں اس تاریکی کے زمانہ میں ایک سورج نکلا جس نے اپنی شعاعوں سے ہر چہار عالم میں اُجالا کر دیا - اور اس گرمی کے وقت میں ایک بادل اُٹھا جس نے زمین پر اتنا پانی برسایا کہ وہ سیراب ہو گئی اور خشک دریا اور نالے پانی سے بہ نکلے - یہ سورج کس اُفق سے طلوع ہوا اور کس طرح نصف النہار کو پہنچا - اور یہ بادل کس دامن کوہ سے اُٹھا اور کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا - ان سوالوں کا جواب دینا ذیل کے اوراق کا کام ہے وما توفیقی الا باللّٰہ ؁

باب دوم

﴿ تاریخ کعبہ و مکہ اور احوال قریش تا پیدائش مولود مسعود آنحضرت صلعم ﴾

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم مبارک کسی انٹروڈکشن کا محتاج نہیں - آپ کی دو بیبیاں تھیں ہاجرہ اور سارہ - ان دونوں کے بطن سے اولاد ہوئی جو اس قدر پھیلی کہ آج دنیا کے ہر گوشہ میں پائی جاتی ہے - حضرت ہاجرہ کے

بطن سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے اور حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحٰقؑ۔ بنی اسرائیل حضرت اسحٰقؑ ہی کی اولاد سے ہیں۔ مگر اسجگہ ہمارا تعلق صرف حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہے جو ملک عرب میں پھیلی۔ اور جس میں سے محمد رسول اللہ صلعم جیسا کامل وجود نکلا۔ حضرت اسمٰعیلؑ ابھی بچے ہی تھے کہ حضرت ابراہیمؑ نے انکو اور انکی والدہ ہاجرہ کو الٰہی حکم کے ماتحت سینکڑوں میل کا سفر اختیار کر کے حجاز کے اندر وادی مکّہ میں آباد کیا اور ان دو اکیلی اور بے بس جانوں کو جنگل میں تھوڑے سے زاد کے ساتھ چھوڑ کر واپس اپنے وطن کو روانہ ہو گئے۔ قرآن شریف میں اس واقعہ کا حضرت ابراہیمؑ کے الفاظ میں اس طرح پر ذکر آتا ہے ربّنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم لیقیموا الصّلوٰۃ. ربنا فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلّھم یشکرون (سورۃ ابراہیمؑ) یعنی اے ربّ ہمارے مینے اپنی ایک اولاد ایک ایسی وادی میں لاکر آباد کی ہے کہ جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی تیرے عزّت والے گھر کے پاس تاکہ وہ نمازیں قائم کریں۔ اب اے ربّ ہمارے تُو ایسا کر کہ لوگوں کے دل انکی طرف جھکیں اور انکو پھلوں سے رزق عطا کر تاکہ وہ شکر گذار بنیں"۔ یہ واقعہ کہ کس طرح پانی ختم ہونے پر اپنے بچے کے اضطراب کو دیکھکر حضرت ہاجرہ بے تاب ہو کر صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر اِدھر اُدھر پانی کی تلاش میں بھاگی پھریں اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے انکے لئے زمزم کا چشمہ پیدا کیا ایک معروف قصہ ہے جسکے بیان کی اسجگہ ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے صرف اسی قدر جاننا کافی ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ مع اپنی والدہ ہاجرہ کے وادی مکّہ میں آباد ہوئے۔ یہیں یہاں اس کر کی بھی ضرورت نہیں کہ کس طرح ایک خواب کی بنا پر حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا کی راہ میں ذبح کرنے کو تیار ہو گئے اور کس طرح حضرت اسمٰعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کے سامنے

خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے سر تسلیم خم کیا۔ اور پھر کس طرح اللہ کے حکم سے حضرت اسمٰعیلؑ کی جگہ ایک مینڈھا قربان کیا گیا جس کی یادگار میں قربانی کی رسم جاری ہوئی یہ سب عام معروف و مشہور باتیں ہیں اور ان کا ہمارے موجودہ مضمون سے کوئی ایسا تعلق بھی نہیں اسلئے انکو چھوڑ کر ہم اصل مضمون کی طرف آتے ہیں ؁

جب حضرت ابراہیمؑ ایک دفعہ پھر عرب میں آئے تو حضرت اسمٰعیلؑ جوان ہو چکے تھے۔ دونوں نے ملکر وادی بکہ میں ایک عبادت خانہ کی تعمیر شروع کی ؂ مگر یہ عمارت کیا تھی نہایت سادہ بے گھڑے پتھروں کا بے چھت کا ایک چوکونہ کمرہ ؂ تھا جو باپ بیٹے نے ملکر اس وادی غیر ذی زرع میں تیار کیا یہی خانہ کعبہ ہے جو آج مرجع خلائق ہے۔ قرآن شریف میں اس تعمیر کا ان الفاظ میں ذکر آتا ہے ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً۔ واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ۝ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ

؂ حاشیہ لکھا ہے کہ اصل کعبہ اس سے بھی بہت پرانا تھا مگر اسکے نشان وغیرہ سب مٹ گئے تھے حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے اسکی جگہ کا علم پا کر کعبہ کو وہاں نئے سرے سے تعمیر کیا۔ واللہ اعلم منہ

؂ حاشیہ۔ حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کے مطابق جو کمرہ تیار ہوا اس کا طول ۳۲ ہاتھ تھا اور عرض ۲۲ ہاتھ اور بلندی ۹ ہاتھ۔ مگر مقابل کی اطراف بالکل برابر کی نہ تھیں چنانچہ لکھا ہے کہ عرض دوسری طرف کا صرف ۲۰ ہاتھ تھا۔ اسی طرح دوسری طرف کے طول میں بھی قدرے فرق تھا۔

کعبہ کے ایک کونہ میں ایک سیاہ پتھر منصوب ہے جو حجر اسود کے نام سے مشہور ہے۔ اسے حضرت ابراہیم نے اس بات کے لئے بطور نشان کے نصب کیا تھا کہ بیت اللہ کا طواف یہاں سے شروع کیا جاوے۔ کعبہ کے طواف کے وقت اسے منہ سے یا ہاتھ وغیرہ کے اشارہ سے بوسہ دیا جاتا ہے۔ منہ

لك وارنا مناسكنا وتب علينا انك انت التواب الرحيم ٥
ربنا وابعث فيهم رسولاً منهم يتلوا عليهم ايٰتك و
يعلّمهم الكتاب والحكمة ويزكيهم انك انت العزيز الحكيم ٥
(سورۃ بقرۃ) یعنی تحقیق پہلا مبارک گھر جو لوگوں کی منفعت کے لئے بنایا گیا وہ وہی
ہے جو مکّہ میں ہے۔ اور یاد کر جب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اس گھر کی بنیادیں
کھڑی کر رہے تھے۔ وہ اللہ سے دعا کرتے تھے کہ اے ہمارے ربّ تو ہماری
طرف سے اس خدمت کو قبول کر تحقیق تو سننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔
اے ربّ ہمارے تو ہم دونو کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد سے بھی اپنی فرمانبردار
جماعت پیدا کر اور ہم کو عبادت اور حج کے طریقے بتا اور ہماری طرف رجوع
برحمت ہو کہ تحقیق تو رحمت کے ساتھ رجوع کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔
اے ربّ ہمارے تو مبعوث کیجیو ان میں ایک رسول انہی میں سے جو تیری
آیات ان کو پڑھ کر سنائے اور انکو کتاب اور حکمت کا علم سکھائے اور انکو پاک
وصاف کرے تحقیق تو غالب اور حکمت والا ہے"۔ آنحضرت صلعم کی
بعثت اسی دعا کا نتیجہ تھی ٭

جب کعبہ کی تعمیر ہو چکی تو حضرت ابراہیمؑ کو ذات باری تعالیٰ کی طرف سے
ارشاد ہوا وطهر بيتي للطائفين والقائمين والركع السجود
واذن في الناس بالحج ياتوك رجالاً وعلى كل ضامر ياتين
من كل فج عميق (سورۃ حج) یعنی میرا گھر طواف کرنے والوں اور قیام
کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک اور صاف رکھ
اور تمام لوگوں میں اعلان کر دے اسکے حج کا۔ آئینگے تیرے پاس پیدل بھی اور
دُبلی (یعنی لمبے لمبے سفر کرنے والی) اونٹنیوں پر بھی۔ چلی آتیں ہر دُور دراز راستہ
سے"۔ یہ اعلان کعبہ کے مرکز بننے کا بنیادی پتھر ہے۔ اسکے بعد کعبہ کی برکت
اور چاہ زمزم کی کشش سے وادی مکّہ میں قبائل آباد ہونے لگے اور مکّہ کی

آبادی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے قبیلہ جرہم کے لوگ آباد ہوئے۔ انہی میں سے مضاض بن عمرو جرہمی کی لڑکی سے حضرت اسمٰعیل ؑ کی شادی ہوئی۔ جس سے بارہ اولاد ہوئی اس اولاد میں سے اہل حجاز زیادہ تر قیدار کی اولاد ہیں۔ حضرت اسمٰعیل ؑ اور آپ کے بڑے بیٹے نابت کے بعد کعبہ کی تولیت مضاض جرہمی کے پاس آگئی اور پھر سوائے ایک قلیل درمیانی وقفہ کے کہ جب کعبہ عمالیق کے ہاتھ میں چلا گیا قبیلہ جرہم ہی کے پاس رہی حتیٰ کہ ایک عرصہ دراز کے بعد قبیلہ **خزاعة** نے جرہم پر غلبہ پالیا اور کعبہ کی تولیت انکے ہاتھ میں چلی گئی۔ کعبہ میں بتوں کی آمد اسی قبیلہ خزاعة کے بانی عمرو بن لحی کے ہاتھ سے ہوئی جس نے چند بت شام سے لا کر کعبہ کے آس پاس قائم کیئے۔ چونکہ کعبہ تمام عرب کا مذہبی مرکز ہو چکا تھا اور ہر سال حج کے لیئے تمام اکناف عرب سے یہاں لوگ جمع ہوتے تھے اسلیئے اس سے تمام ملک میں بُت پرستی پھیل گئی۔ ایک عرصہ دراز کے بعد کعبہ کی تولیت قبیلہ خزاعة کے ہاتھ سے بھی نکل گئی۔ اس کی وجہ میں اختلاف ہوا ہے مگر زیادہ درست یہ روایت معلوم ہوتی ہے کہ حلیل خزاعی کی لڑکی سے قصی بن کلاب قرشی کی شادی ہوئی۔ حلیل نے مرتے ہوئے یہ وصیت کی کہ کعبہ کی تولیت قصی کے سپرد ہو قبیلہ خزاعة کے لوگ کچھ چیں بجبیں ہوئے اور جھگڑا کیا مگر قصی کا ایک دفعہ ہاتھ پڑا ہوا چھٹتا نہ تھا۔ قصی بن کلاب قبیلہ قریش سے تھا گویا اس طرح ایک بڑے لمبے زمانہ کے بعد حضرت اسمٰعیل ؑ کی اولاد پھر کعبہ کی متولی ہوئی۔ کعبہ کی تولیت دنیوی جاہ اور اقتدار کا ذریعہ بھی تھی کیونکہ بوجہ اسکے مذہبی مرکز ہونے کے جس قبیلہ کے ہاتھ میں اسکی تولیت ہو وہ تمام عرب میں خاص عزت اور اکرام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس طرح قریش نے یہ مقام حاصل کیا۔

لکھا ہے کہ اس لمبے عرصہ میں کعبہ کو دو تین بار نئے سرے سے تعمیر کرنا پڑا کیونکہ وہ بوجہ سیلاب یا بعض اور حوادث کے گر جاتا تھا۔ قریباً قریباً ہر اس قوم کو کعبہ کی تعمیر کرنی پڑی جسکے

ہاتھ میں اسکی تولیت گئی۔ قصّی کو بھی اپنے زمانہ میں اسے ایک دفعہ تعمیر کرنا پڑا۔ پھر قریش نے اسے آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے ایک دفعہ اور تعمیر کیا اس دفعہ انہوں نے کعبہ کی بلندی تو آگے سے زیادہ کردی اور اس پر چھت ڈالی مگر بوجہ قلت سامان کے اسے ان بنیادوں پر کھڑا نہ کر سکے جو حضرت ابراہیمؑ کی تیار کردہ تھیں بلکہ ایک تھوڑا سا حصہ ایک طرف چھوڑ دیا۔ حطیم یا حجر اس چھوڑے ہوئے حصے کا نام ہے اس تعمیر کا مفصل ذکر آگے آئیگا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے عائشہؓ سے فرمایا کہ اگر قریش نئے نئے مسلمان نہ ہوئے ہوتے اور انکے تزلزل کا خطرہ نہ ہوتا تو میں موجودہ عمارت کو گرا کر حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر اسکی تعمیر کرتا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے ۶۴ ہجری میں آنحضرتؐ کی اس خواہش کو پورا کیا مگر عبدالملک بن مروان نے غالباً اس خیال سے کہ جب آنحضرت صلعم نے اس کام کو نہیں کیا تو پھر اور کس کا حق ہے عبداللہ بن زبیر کی تعمیر کردہ عمارت کو حجاج بن یوسف کے ذریعہ سے پھر قریش کے پرانے رنگ میں بدلوا دیا۔

احوال قریش

قریش ایک قبیلہ کا نام ہے جس سے آنحضرت صلعم پیدا ہوئے اور جو اس زمانہ میں مکہ میں آباد تھا۔ یہ قبیلہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہے اور عدنانی قبائل کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔ لیکن اس کی بھی آگے بہت سی شاخیں بن گئیں جن کی آپس میں بعض اوقات کافی دشمنی اور مخالفت رہتی تھی۔

حضرت نبی کریم صلعم کا سلسلہ نسب عدنان تک اسطرح پہنچتا ہے۔ محمد صلعم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصّی بن کلاب بن مُرّۃ بن کعب بن لُؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

عدنان سے اوپر حضرت اسمٰعیلؑ تک کے ناموں میں بہت اختلاف ہے مگر چونکہ عرب کے نزدیک عدنان کا حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہونا

مسلّم اور متحقق تھا اس لئے وہ اگلے ناموں کی تحقیق کی پروا نہ کرتے تھے بلکہ عدنان تک سلسلہ نسب پہنچا کر چھوڑ دیتے تھے۔ قبیلہ قریش کے بانی کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض نضر بن کنانہ کو اس کا بانی بتاتے ہیں اور اسکی اولاد کو قریش کہتے ہیں اور بعض فہر بن مالک کو قرار دیتے ہیں جو نضر کا پوتا تھا۔ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں ایک روایت آتی ہے کہ نضر بن کنانہ کے ہاں سوائے مالک کے کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا اور مالک کے ہاں سوائے فہر کے کوئی لڑکا نہیں ہوا۔ اگر یہ درست ہو تو حقیقۃً کوئی اختلاف نہیں رہتا اور ہر دو گروہ سچے ٹھیرتے ہیں۔ نضر بن کنانہ اور پھر اسکے بعد فہر بن مالک اپنے اپنے زمانہ میں بہت طاقتور اور مشہور آدمی گذرے ہیں۔ انکے بعد پانچویں صدی عیسوی کے قریباً نصف میں قصی بن کلاب نے قریش میں بہت اقتدار حاصل کیا۔ قصی کے قبیلہ خزاعہ سے کعبہ کی تولیت واپس لے لینے کا ذکر اوپر ہو چکا ہے قصی نے تمام قبائل قریش کو مختلف جگہوں سے مکّہ میں جمع کیا اور کعبہ کے پاس ایک دار الندوۃ بنایا جسمیں تمام اہم امور پر مشورہ اور بحث ہوا کرتی تھی اور جہاں تمام قومی کام طے کیئے جاتے تھے۔ حاجی جو ہر سال خانہ کعبہ کے حج کیلئے مکّہ آتے تھے انکے آرام اور مہمان نوازی کے لئے بھی قصی نے کئی عملی تجاویز سوچیں۔ غرض قصی نے بڑے بڑے نیک اور رفاہ عام کے کام کیئے اور اسوجہ سے اسکی دور دور تک شہرت پھیل گئی۔ قصی کے بیٹوں میں سے دو خاص طور پر مشہور ہیں عبد الدار اور عبد مناف۔ مرتے وقت قصی نے نے خدمت کعبہ کے تمام کام اپنے بڑے بیٹے عبد الدار کے سپرد کیئے مگر عبد الدار قصی کی قابلیت کا آدمی نہ تھا اسلیئے قریش کی عام ریاست عبد مناف نے حاصل کی۔ عبد مناف کے بیٹے عبد شمس ہاشم نوفل و مطلب بھی باپ ہی کی طرح قابل تھے۔ انہوں نے کوشش کی کہ عبد الدار کی اولاد

سے کعبہ کی تولیت چھین لیں اس پر طرفین کا باہم جھگڑا ہوا۔ بعض قریش کے قبائل ایک طرف ہو گئے اور بعض دوسری طرف۔ اور قریب تھا کہ جنگ شروع ہو جاتی مگر آخر صلح صفائی سے فیصلہ ہو گیا اور کعبہ کی تولیت کے بعض مناصب یعنی حاجیوں کو کھانا کھلانا اور ان کے لئے پانی کا انتظام کرنا ہاشم کو مل گئے۔ اور بعض عبدالدار ہی کی اولاد میں رہے مثلاً دار الندوہ کا انتظام جنگوں میں علم برداری اور لڑائیوں کے موقع پر فوج کی کمان وغیرہ۔ گو موخرالذکر منصب بعد میں عملاً بنی امیہ کے ہاتھ آ گیا چنانچہ نبی کریمؐ اور قریش کے درمیان لڑائیوں میں ابوسفیان قریش کا افسر ہوا کرتا تھا۔

ہاشم نہایت سخی اور قابل اور معاملہ فہم تھے۔ انہوں نے حاجیوں کو بہت آرام پہنچایا اور قریش کے سامنے زوردار اپیل کر کے ان کی مختلف ضروریات کے لئے سامان مہیا کیئے۔ قحط کے دنوں میں ہاشم نے غرباء کو کئی طرح سے مدد دی اور قریش کی تجارت کو ترقی دینے کی غرض سے خود شام میں جا کر رومی فرمانرواؤں اور غسان کے بادشاہ سے تجارتی حقوق حاصل کیئے اور قریش کے تجارتی قافلوں کے ملک شام میں بامن دورہ کرنے کا انتظام کیا۔ ہاشم کے دوسرے بھائیوں نے بھی بعض اسی قسم کی خدمات کیں۔ قریش کے تجارتی قافلوں کی باقاعدہ شام اور یمن اور بعض دوسرے علاقوں کی طرف آمد و رفت ہاشم ہی کے زمانہ میں شروع ہوئی۔ ایک روایت آتی ہے کہ ہاشم کی اس ترقی اور شہرت کو دیکھ کر ہاشم کے بھائی عبد شمس کے بیٹے امیہ بن عبد شمس (یہ وہی امیہ ہے جسکی اولاد بنی امیہ کہلاتی ہے اور جو ابوسفیان بن حرب کا دادا تھا) کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اس نے ہاشم کا مقابلہ کرنا چاہا اور اس سے ریاست چھیننی چاہی مگر ناکام رہا بلکہ اسکو اس مقابلہ کے نتیجے میں بہت ذلت اٹھانی پڑی۔ خاندان ہاشم اور خاندان امیہ کے درمیان رقابت اور دشمنی کی یہ پہلی بنیاد تھی۔ عبدالمطلب بن ہاشم نے اپنے زور اور ذاتی اثر سے بنو ہاشم کو غالب رکھا مگر عبدالمطلب کی وفات کے بعد ہاشمیوں میں سے ایسا صاحب اثر کوئی نہ نکلا اسلئے بنو امیہ

بہت زور پکڑ گئے ٭

اپنی آخری عمر میں ہاشم ایک دفعہ شام کی طرف بغرض تجارت گئے تو راستہ
میں یثرب یعنی مدینہ ٹھیرے - وہاں قبیلہ بنی نجار کی جو قبیلہ خزرج سے تھے
ایک لڑکی سلمی سے انہوں نے شادی کی جسکے نتیجہ میں مدینہ ہی میں سلمی کے
ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شیبہ رکھا گیا - کچھ عرصہ کے بعد ہاشم کا انتقال
ہوگیا اور ان کی جگہ ان کے بھائی مطلب نے لی - مطلب کو جو اپنے بھائی ہاشم
کے بیٹے کی خبر ملی تو خود مدینہ گئے اور جاکر اپنے ساتھ شیبہ کو مکہ لے آئے -
مکہ میں آکر شیبہ کا نام عبدالمطلب مشہور ہوگیا اور یہ وہی عبدالمطلب ہیں
جو آنحضرت صلعم کے دادا ہیں - مطلب کی وفات پر کعبہ کے تولیت کے
وہ مناصب جو عبدمناف کے گھرانے میں تھے عبدالمطلب کو ملے٭ عبدالمطلب
بڑے معاملہ فہم اور قابل شخص تھے جسکی وجہ سے یہ گویا تمام مکہ کے سردار سمجھے
جاتے تھے - چاہ زمزم جو صدیوں سے اٹ کر گم گیا ہوا تھا اس کا نشان
عبدالمطلب ہی نے بڑی محنت سے تلاش کرکے نکالا اور اسکو نئے سرے
سے جاری کروایا جو مکہ کی کھوئی ہوئی شہرت کو واپس لانے کا باعث ہوا - مکہ
پر اصحاب فیل کا حملہ بھی عبدالمطلب ہی کے زمانہ میں ہوا - یمن کے حبشی

٭ حاشیہ - ایک روایت آتی ہے واللہ اعلم کہ عبدالمطلب کی وراثت میں ان کے
چچا نوفل بن عبدمناف نے کچھ جھگڑا کیا - عبدالمطلب نے قریش سے اپیل کی مگر قریش نے دخل
دینا نہ چاہا جس پر عبدالمطلب نے اپنے ننھیال بنی نجار کو مدینہ میں کہلا بھیجا کہ اس طرح پر میرا چچا
مداخلت کرتا ہے - وہاں سے فوراً اسی بہادر اپنے نواسے کی مدد کو پہنچ گئے اور نوفل سے سارا
ورثہ دلوا دیا گویا اس طرح عبدمناف بن قصی کے باقی تینوں بیٹوں کی اولاد میں سے بنو ہاشم کے ساتھ
صرف بنو مطلب کے ہی تعلقات اچھے رہے - بنو عبدشمس اور بنو ہاشم کے درمیان جھگڑا پیدا ہوجانے
کی وجہ اوپر بیان کی جاچکی ہے - واللہ اعلم - منہ

فرمانروا ابرھۃ نے خانہ کعبہ پر ناراض ہو کر ایک بڑے لشکر کے ساتھ جس میں بعض ہاتھی بھی تھے (جسکی وجہ سے وہ اصحاب الفیل کہلائے) مکہ پر چڑھائی کی اور خانہ کعبہ کو مسمار کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ مکہ کے پاس جب لشکر پہنچا تو عبد المطلب قریش کی طرف سے ابرہتہ کے سامنے بطور وفد کے پیش ہوئے۔ ابرھتہ کے قلب پر عبد المطلب کی نجابت اور وجیہ شکل نے بہت اثر کیا اور وہ انکے ساتھ بہت عزت سے پیش آیا اور ان کو اپنی حاجت بیان کرنے کو کہا عبد المطلب کے دو سو اونٹ اسکی فوج نے پکڑ لئے ہوئے تھے انہوں نے کہا وہ واپس دلوا دیجئے اس نے وہ واپس دلوا دیئے مگر اسکے دل پر جو انکی بزرگی کا اثر ہوا تھا وہ زائل ہو گیا۔ اور اس نے کہا کہ تمھارے کعبہ کو میں مسمار کرنے کے لئے آیا ہوں اسکے بچانے کی تو تم نے فکر نہ کی اور اپنے دو سو اونٹ کی فکر کی۔ عبد المطلب نے جواب میں کہا کہ انا رب الابل وللبیت رب یمنعہ یعنی میں تو اونٹوں کا رب اور مالک ہوں اسلئے مجھے ان کی فکر ہے۔ کعبہ کا بھی ایک رب ہے وہ خود اس کی حفاظت کریگا اور اس تک کسی کو پہنچنے نہیں دیگا اس پر ابرھتہ بگڑ گیا اور صورت فیصلے کی نہ بنی آخر خدا کی طرف سے فیصلہ آیا کہ ارسلنا علیھم طیرًا ابابیل ترمیھم بحجارۃ من سجیل فجعلناھم کعصف ماکول۔ کہتے ہیں لشکر میں ایسی مری پڑی کہ لشکر کا لشکر تباہ ہو کر پرندوں کی خوراک بن گیا۔ یہ واقعہ عبد المطلب کی وفات سے سات آٹھ سال پہلے کا ہے۔ آنحضرت صلعم کی ولادت اسی سال ہوئی ؀

عبد المطلب کے دس ۱۰ یا بارہ ۱۲ بیٹے ہوئے اور لڑکیاں بھی ہوئیں انہوں نے منت مانی تھی کہ دس لڑکوں کو جوان دیکھ لونگا تو ان میں سے ایک خدا کی راہ میں قربان کر دونگا۔ چنانچہ اپنے بیٹوں کو لیکر کعبہ میں گئے۔ اور ھبل کے سامنے قرعہ ڈالا مرضی خدا کہ سب سے چہیتے بیٹے عبد اللہ ؀ کا نام نکلا

؀ حاشیہ ہم نے قصی بن کلاب سے آنحضرت صلعم کا سلسلہ علی عمود النسب چلایا ہے

بادل ناخواستہ انہیں قربانی کے لئے لے چلے اور عبد اللہ بھی سر تسلیم خم کئے ساتھ ہو لئے مگر کسی نے تجویز کیا کہ ان کی جگہ دس اونٹ قربان کرو کہ اس زمانہ

بقیہ حاشیہ اور عملاً اپنے آپ کو صرف ایک لائن تک محدود رکھا ہے اس سے یہ غلطی لگے کہ ان سے اور شاخیں نہیں نکلیں یا جو نکلیں وہ ایسی کمزور تھیں کہ قابل ذکر نہ ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ عموماً ہر کڑی سے اور کڑیاں نکلیں اور کئی شاخیں بنتی گئیں اور ان سے بڑے بڑے جری اور صاحب اثر لوگ پیدا ہوئے مثلاً اسی قصی کا ایک بھائی زہرۃ تھا۔ آمنہ بنت وہب والدہ محترمہ آنحضرت صلعم اسی زہرۃ کی اولاد سے تھیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد الرحمن بن عوف جو ہر دو بڑے جلیل القدر صحابہ میں سے تھے بنی زہرۃ ہی سے تھے۔ قصی کے لڑکوں میں سے عبد الدار بڑا تھا۔ النضر بن الحرث جو آنحضرتؐ کے شدید دشمنوں میں سے تھا اور ایک باثر آدمی تھا عبد الدار ہی کی پشت سے تھا۔ عبد مناف اس سے چھوٹا تھا۔ اسی کی نسل سے آنحضرت صلعم پیدا ہوئے۔ عبد مناف کا ایک بھائی عبد العزیٰ بھی تھا۔ حضرت زبیر بن العوام جو ایک مشہور صحابی ہیں اور حضرت خدیجہ زوجہ آنحضرت صلعم اسی عبد العزیٰ کی اولاد سے تھے ان کا قبیلہ بنی اسد کہلاتا تھا ؛

عبد مناف کے چار بیٹوں کا ذکر متن میں آچکا ہے ان میں سے بنو ہاشم کو الگ رکھ کر عبد شمس کی اولاد بہت پھیلی اور انہوں نے بہت زور پکڑا۔ امیہ جس سے بنو امیہ نکلے اسی عبد شمس کا لڑکا تھا۔ ابو سفیان بن حرب جو بعد میں مسلمان ہو گئے عقبہ بن ابی معیط اور عتبہ بن ربیعۃ جو ہر دو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے عبد شمس کی اولاد ہی سے تھے اور یہ سب سرداران قریش میں سے تھے۔ حضرت عثمانؓ بن عفان بھی بنی امیہ میں سے تھے۔ ہاشم کے ہاں عبد المطلب کے سوا اور کوئی لڑکا نہیں ہوا کم از کم اس کا ذکر نہیں آتا۔ اسلئے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب عملاً ہم معنی ہی ہیں۔ مگر عبد المطلب کے ہاں بہت اولاد ہوئی اور بہت پھیلی۔ زیادہ مشہور ان میں یہ ہیں حارث زبیر ابو طالب ابو لہب عبد اللہ حمزہ اور عباس۔ ان میں سے شیر خدا حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہما تو مسلمان ہو گئے اور

میں خون بہا تھا۔ عبد المطلب کو بغیر قرعہ ڈالنے کے یہ گوارا نہ تھا اسلیئے دس اونٹ کے مقابلہ میں قرعہ ڈالا مگر عبد اللہ کا نام نکلا۔ دس اور زائد کیئے اور بیس پر قرعہ ڈالا لیکن پھر بھی عبد اللہ ہی کا نام نکلا۔ دس اور زائد کیئے مگر اس دفعہ بھی عبد اللہ ہی کا نام تھا۔ چالیس پچاس ساٹھ ستر اسّی نوّے تک زائد کرتے گئے مگر ہر دفعہ عبد اللہ کا نام آتا۔ آخر سو تک نوبت پہنچی اس دفعہ عبد المطلب کی مراد بر آئی اور قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ کہتے ہیں کہ عبد المطلب نے مزید تسلّی کے لیئے دو دفعہ اور قرعہ ڈالا مگر ہر دو دفعہ قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ پس سو اونٹ ذبح کیئے گئے اور عبد اللہ کی جان بچی۔ اسکے بعد عبد المطلب نے وہب بن عبد مناف (یہ وہ عبد مناف نہیں جو آنحضرتؐ کے جد اور ہاشم کے والد تھے) کی صاحبزادی آمنہ سے جو قریش کے ایک مشہور گھر کی لڑکی تھیں عبد اللہ کا نکاح کیا۔ لکھا ہے کہ اس موقعہ پر آمنہ کی چچا زاد بہن ہالہ سے عبد المطلب کا اپنا نکاح بھی ہوا حمزہؓ اسی ہالہ کے بطن سے تھے۔ مگر عبد اللہ کو نکاح کے بعد ہاتف غیبی نے زیادہ مہلت

بقیہ حاشیہ باقی شرک کی حالت میں ہی فوت ہوئے۔ ابو لہب آنحضرت صلعم کے اشد ترین مخالفوں میں سے تھا۔ بنو ہاشم میں سے اس شدت کے ساتھ کسی نے آپ کی مخالفت نہیں کی۔ حضرت جعفر۔ عقیل اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم ابو طالب کی اولاد تھے جو خود گو مسلمان نہیں ہوا مگر ہمیشہ آنحضرت صلعم کا حامی اور محافظ رہا۔

قصی سے اوپر کو چلیں تو قصی کے والد کلاب بن مرۃ کے بھی اور دوسرے بھائی تھے۔ ایک ان میں تیم تھا جسکی اولاد بنو تیم کہلاتی ہے جن میں سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ تھے۔ دوسرا بھائی یقظہ تھا جس کی پشت سے حضرت خالد بن ولید (ولید بن مغیرہ ان کا باپ اور ابو جہل کا چچا تھا) اور ابو جہل بن ہشام جو آنحضرتؐ کے اشد ترین دشمنوں میں سے تھا اور بڑا صاحب اثر تھا پیدا ہوئے ان کا قبیلہ بنی مخزوم کہلاتا تھا۔ کلاب کے والد مرۃ بن کعب کے بھی دو اور بھائی تھے۔ ہصیص اور عدی۔ بنو جمح جس سے

نہیں دی تھوڑے عرصہ کے بعد عبداللہ تجارت کے لئے شام کو گئے مگر واپسی پر مدینہ میں بیمار ہو کر ٹھیر گئے اور یہیں انتقال کیا۔ اور بنی نجار کے درمیان دفن ہوئے۔ ان کی زوجہ محترمہ آمنہ حمل سے تھیں مگر عبداللہ کو اپنے فرزند ارجمند کی شکل دیکھنی مقدر نہ تھی اسکی ولادت سے پہلے ہی انتقال کر گئے وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً پچیس ۲۵ سال کی ہوگی۔ گویا عین جوانی کے عالم میں فوت ہوئے۔ عبداللہ نے ترکہ میں صرف کچھ اونٹ اور بکریاں اور ایک لونڈی (ام ایمن) چھوڑی۔ یہ ترکہ اسکے لئے تھا جس نے ہر دو عالم کا بادشاہ بننا تھا۔

(باقی آیندہ)

بقیہ حاشیہ امیہ بن خلف اور ابی بن خلف جیسے شدید ترین دشمن اسلام نکلے اور بنو سہم جس میں حضرت عمرو بن العاص (عاص بن وائل سہمی انہی کا باپ تھا) پیدا ہوئے اسی ہصیص بن کعب ہی کی نسل سے تھے۔ ہصیص کا دوسرا بھائی عدی بن کعب تھا حضرت عمر بن خطاب اور سعید بن زید اسی کے پشت سے تھے۔ اور اوپر چلیں تو غالب بن فہر کا ایک اور بھائی تھا جس کا نام الحارث بن فہر تھا۔ حضرت ابو عبیدۃ الجراح اسی کی اولاد سے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ چند مثالیں ناظرین کو اس غلطی سے بچانے کے لئے کافی ہونگی ؁

بشیر احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اختلافات اندرونی کے متعلق ایک صاحب کے بارہ سوالات اور ان کا جواب

(از قاضی محمد یوسف صاحب احمدی پشاور)

(۱) کیا آپ حضرت مرزا صاحب کو مستقل اور حقیقی نبی مانتے ہیں

(۲) اور ایسا مان کر جملہ مسلمانان عالم کو جو احمدی نہیں ہوئے انکو کافر جانتے ہیں

(۳) اور کیا آپ مرزا صاحب کو اسمہ احمد کا سچا مصداق سوائے رسول اللہ صلعم کے خیال کرتے ہیں۔

(۴) اگر رسول اللہ صلعم اسمہ احمد کے سچے مصداق نہیں تو فلما جاءھم کے معنی مضارع کے کس قرینہ صارفہ سے کئے جاتے ہیں۔

(۵) کیا حضرت مرزا صاحب پر جبرائیل وحی لاتے تھے۔

(۶) کیا حضرت صاحب یعنی مرزا صاحب مسیح موعودؑ کا ماننا اسلام کا جزو لاینفک ہے اگر ایسا ہے تو کس آیت اور حدیث کے رُو سے یہ اعتقاد ہے۔

(۷) رسول اللہ صلعم نے تو صرف یہ کہا کہ مسیحؑ کو میرا اسلام پہنچا دینا۔

(۸) کیا آپ میاں صاحب کی بیعت کرکے اس امر کے پابند ہو جاتے ہیں کہ جو اعتقاد میاں صاحب پیش کریں وہی آپ مانتے جاویں۔

(۹) تم ملک کام کیوں نہیں کرتے۔ جب تک تم میں سے روح القدس پاکر کوئی کھڑا نہ ہو۔

(۱۰) حضرت صاحب کی ذریت سے بھی جس شخص کا وعدہ ہے اسکو بھی اللہ تعالیٰ اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کریگا۔ تب اسکو مانا جائیگا۔

(۱۱) رسالہ الوصیت میں تو کسی ایسے شخص کا ذکر نہیں جو احمدیوں سے بھی بیعت

لے یا بننے کا مجاز ہو۔ پھر آپ نے کیوں بیعت کی ؟

(۱۲) سورۃ فاتحہ میں جو مسلمانوں کے سہ گروہوں کا ذکر ہے۔ انعمت علیہم۔ مغضوب علیہ اور ضالین۔ اسمیں ضالین گروہ کون ہے۔ عام مسلمان تو برنگ یہودیت رنگین ہوکر مغضوب علیہ کے مصداق ہوئے۔ اور منعم علیہ احمدی۔ اب احمدیوں کے دو گروہ میں سے ضالین کون ہے وہ جو حضرت صاحب کو امتی نبی مانتا ہے یا وہ جو حضرت صاحب کو سمیت نبیا علی وجہ المجاز لا علے وجہ الحقیقۃ کے بخلاف مستقل اور حقیقی نبی مانتا ہے۔ اپنی رائے عالی سے مجھے مطلع کریں ؎ راقم ایک مستفسر

پہلا سوال

سائل۔ کیا حضرت میرزا غلام احمد قادیانی حقیقی اور مستقل نبی ہیں ؟

جواب۔ پیشتر اسکے کہ آپکے سوال کا جواب عرض کیا جاوے۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہے۔ کہ نبی کی تعریف کیا ہے حقیقی اور مستقل سے کیا مراد ہے اور اصل جواب کیا ہے۔

نبی کی تعریف **اوّل** از روئے کتب لغت عرض ہے۔ ...... راغب اصفہانی اپنی لغت میں کہتا ہے۔ النبا خبرٌ ذو فائدۃ عظیمۃ یحصل بہ علم۔ وحق الخبر الذی یقال فیہ نبأٌ ان یتعری عن الکذب کالتواتر۔ والنبی لکونہ منبأ بما تسکن الیہ العقول الذکیۃ

یعنی نبی نباء سے مشتق ہے۔ نباء اس چیز کو کہتے ہیں جس سے بہت بڑا فائدہ حاصل ہو۔ جس سے علم حاصل ہو۔ اور وہ سچی بات ہو۔ اور وہ خبر جس میں وہ اطلاع ہو جو کذب سے بکلی صاف ہو۔ جیسا کہ خبر تواتر ہوتی ہے۔ اور نبی وہ ہوتا ہے۔ جسکو ایسی خبریں ملیں جن سے عقلمند لوگوں کو تسکین حاصل ہو۔ نبی بوزن فعیل ہے۔ جو مبالغہ کا صیغہ ہے ؎

دوم - علم کلام کے رو سے تعریف یہ ہے النبی انسانٌ بعثہ اللہ لتبلیغ ما اوحی الیہ (القول المجد) یعنی نبی ایک عظیم الشان انسان ہوتا ہے جسکو خدا تعالیٰ مبعوث کرتا ہے تاکہ وہ ... ... وحی خدا کو جو اسپر نازل ہوتی ہے مخلوق خدا تک پہنچایا کرے؛

یہ تعریف علم کلام اغلباً قرآن حمید کی ان آیات پر مبنی ہے - قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ - اور بلّغ ما انزل الیک من ربّک وان لم تفعل فما بلّغت رسالتہ - یعنی کہدو کہ میں تمھاری طرح بشر ہوں مجھے وحی خدا ہوتی ہے - اور جو وحی خدا تمکو ہوتی ہے اسکو مخلوق خدا تک پہنچادو - اور اگر ایسا نہ کرو گے تو تم نے اسکی رسالت کے پہنچانے کا حق ادا نہیں کیا؛

سوم - اشاعرہ کے نزدیک تعریف نبی یہ ہے - من قال لہ اللہ ارسلتک او بلّغھم عنی - ونحوہٗ من الفاظ ولا یشترط فیہ شرط ولا استعداد - بل اللہ یختص برحمتہ من یشاء من عبادہٖ - یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ کہدے کہ مَیں نے تجھ کو مخلوقِ خدا کی طرف رسول کیا ہے - یا یہ کہ انکو میری طرف سے پیغام پہنچادو - اور اسی طرح کے کوئی اور الفاظ ہوں - اور اس میں کوئی شرط یا استعداد نہیں ہوتی - بلکہ محض خدا تعالیٰ کی مرضی پر ہے جسکو اپنے بندوں میں سے چاہے - اپنی طرف سے منتخب کرے -

چہارم - امام رازی کے نزدیک نبی کی تعریف یہ ہے - النبیّ انسان موصوف بالرسالتہ معناہ کونہ کاملاً فی القوۃ النظریتہ والعملیۃ وقادراً علی معالجۃ الناقصین فی ھاتین القوتین (مطالب عالیہ امام رازی) یعنی نبی ایک انسان ہوتا ہے جسکو رسالت سے متصف کیا جاتا ہے - یعنی وہ قوت نظری و قوت عملی میں کامل ہوتا ہے - اور ناقصوں کو کامل کرسکتا ہے؛

پنجم - حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ کہتا ہے - کہ نبی وہی ہو سکتا ہے - جو کثرت سے خبر پانیوالا اور خبر دینے والا ہو - (رسالہ المہدی نمبر ۴ صفحہ ۶۹)

ششم - خدا تعالیٰ کے نزدیک نبی کی تعریف از روئے قرآن حمید یہ ہے (۱) وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولٰکنّ اللہ یجتبی من رّسلہٖ من یشاء یعنی خدا تعالیٰ کے لئے یہ شایان شان نہیں ہے کہ تم عامۃ الناس کو مطلع علم الغیب کرے - بلکہ اللہ تعالیٰ مطلع علی الغیب کرنے کے واسطے اپنے

رسولوں میں جسکو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔ (۲) عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ یعنی خدا تعالےٰ عالم الغیب ہے۔ پس کوئی شخص عامۃ الناس میں اظہار علی الغیب حاصل نہیں کرسکتا۔ مگر وہی شخص اظہار علی الغیب حاصل کرسکتا ہے۔ جسکو خدا تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے چن لے۔

پس معلوم ہوا کہ نبی وہ شخص ہو سکتا ہے۔ (۱) جو مطلع علی الغیب ہو۔ اس حد کمال تک کہ غیر نبی اس حد تک نہ پہنچ سکے۔ جیسا کہ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب سے ظاہر ہے۔ (۲) اظہار علی الغیب اسکو حاصل ہو یعنی کثرت سے غیب اس پر منکشف ہوتا ہو۔ اس حد کمال تک کہ غیر نبی اسپر غلبہ حاصل نہ کرسکتا ہو۔ جیسا کہ فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً سے ثابت ہے (۳) خدا اسکو رسول کے نام سے موسوم کرے۔ من رسلہ اور من رسول سے ظاہر ہے۔ (۴) خدا تعالیٰ اسکو منتخب کرے۔ جیسا کہ یجتبی من رسلہ اور ارتضیٰ من رسول سے واضح ہے۔

ہفتم۔ نبی کی تعریف منجانب سیدنا حضرت مسیح موعودؑ یہ ہے "نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو۔ اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ضمیمہ صفحہ ۱۳۸)

الغرض جو تعریف نفس نبوت اور نبی کی ہو سکتی ہے۔ جو جمیع انبیاء و رسل پر صادق آتی ہے یعنی حضرت آدم سے تا حضرت مسیح موعودؑ سب انبیاء اللہ ان تعریفوں کے مساوی طور پر مصداق ہیں۔ قرآن کریم اور حضرت مسیح موعودؑ کی تعریف سے یہ باقی تعریفیں مخالف اور منافی نہیں ہیں بلکہ موافق اور مترادف ہیں۔ ان سب تعریفوں کے رو سے حضرت احمد قادیانی نبی اور رسول ہیں۔

نفس نبوّت اور نفس فضیلت بین الرسل

(۱) نفس نبوّت کے بارہ میں قرآن کریم کہتا ہے۔ کہ پچھلے انبیاء و رسل نفس نبوّت و رسالت میں حضرت آدم سے تا حضرت محمدؐ رسول اللہ سب مساوی الدرجہ اور یک مرتبہ ہیں۔ جیساکہ جمیع انسان ہر ملک ہر قوم ہر عمر یا نسل کے بلحاظ نفس انسانیت سب مساوی الدرجہ ہیں۔ اور یکساں ہیں۔ اور لا نفرق بین احد من رسلہ اور لا نفرق بین احد منھم اور ولم یفرقوا بین احد منھم کے بموجب نفس نبوّت میں انکے ماننے میں۔ انکی اطاعت میں مومن فرق نہیں کیا کرتا۔ سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ سب مدار برکات ہیں جو شخص یہ کہے کہ ہم بعض قسم کے نبیوں کو نبی کامل کہتے ہیں اور بعض قسم کے نبیوں کو نبی ناقص۔ یا بعض کا ماننا ضروری اور جزو ایمان یا مدار نجات ہے اور بعض کا نہیں۔ تو قرآن کریم کہتا ہے کہ یقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض جو شخص ایسا کہتا ہے کہ فلاں انبیاء پر ہم ایمان لاتے ہیں اور فلاں انبیاء کا کفر کرتے ہیں تو وہ لوگ اولٰئك هم الکفرون حقا یعنی وہ یقیناً پکے کافر ہیں۔ ایک مومن انسان ہرگز یہ باتیں نہیں کرسکتا۔ اور نہ مان سکتا۔

نفس نبوّت اور رسالت کے رو سے حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت لوطؑ۔ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت ہارونؑ۔ حضرت یحییٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ۔ حضرت محمد رسول اللہؐ۔ حضرت احمد قادیانیؑ سب یکساں ہیں۔ سب پر ایمان لانا فرض ہے سب کا ماننا جزو ایمان ہے اور سب ایمان بالرسل میں داخل ہیں۔ سب مدار نجات ہیں۔ ان میں کسی طرح کا تفرقہ اور فرق درست نہیں۔ جو نفس رسالت کے لحاظ سے ان میں فرق کرے وہ جھوٹا ہے۔

نفس فضیلت بین الرسل کے بارہ میں قرآن کریم کہتا ہے۔ جمیع انبیاء و رسل اس لحاظ سے ہرگز ہرگز مساوی الدرجہ اور یکساں نہیں ہیں۔ ایک نبی اور رسول پر دوسرے نبی اور رسول کو فضیلت اور فوقیت حاصل ہے بموجب تلك الرسل

فضلنا بعضھم علےٰ بعض اور ولقد فضلنا بعض النبیّین علےٰ بعض - انبیاء ورسل کو باہم ایک دوسرے پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے - جس نبی و رسول کا دائرۂ دعوت اور تبلیغ جسقدر وسیع تھا - اسی قدر اس کو دائرۂ استعداد قوّتِ روحانیت محدود اور مسدود دیگئی تھی - مثلاً حضرت عیسیٰؑ کا دائرۂ دعوت اور تبلیغ بنی اسرائیل تک محدود اور مسدود تھا - پس انکی روحانیت کا اثر اور دائرۂ استعداد بھی اسی قدر مسدود تھا - مگر حضرت احمدؑ قادیانی کا دائرۂ دعوت محیط عالم ہے - لہٰذا دائرہ استعداد اور قوّتِ روحانی بھی اسی قدر وسیع دی گئی ہے -

اصطلاحات دربارۂ نبوّت - اصطلاح کے بارہ میں ہر شخص کو اختیار حاصل ہے کہ کسی امر میں کوئی خاص اصطلاح اختیار کرے - لکل ان یصطلح - پس قرآن کریم اور احادیث نبوی میں پیغمبر خدا کو نبی اور رسول کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور جہاں جہاں یہ الفاظ وارد ہیں مطلق وارد ہیں اسی طرح سے وحی خدا منزل بر مسیح موعودؑ میں نبی اور رسول کا لفظ بحق حضرت احمدؑ قادیانی مطلق ہی مستعمل ہو اور کثیر التعداد دفعہ وارد ہے - پس اصطلاحِ کلام اللہ اور احادیث نبوی میں یہ نبی اور رسول کا لفظ مطلق آیا ہے -

ہاں حضرت احمدؑ قادیانی نے اپنی تحریرات میں بعض اصطلاحات نبی اور رسول کے لفظ کے بارہ میں اختیار کی ہیں اور کسی خاص غرض کے واسطے آپنے چند الفاظ وضع کیئے ہیں - مثلاً حقیقی اور مستقل ظلّی اور بروزی اُمّتی یا ناقص اور جزدی اور مجازی وغیرہ - سو یہ اصطلاح کلام البشر ہے - جو خاص حضرت احمدؑ کی تحریرات سے مخصوص ہے اور انکے معانی بھی انہوں نے ہی بتادیئے ہیں - اور یہ معانی خود انکے وضع کردہ ہیں چنانچہ انکی تحریرات کی رو سے حقیقی نبی سے مراد وہ نبی ہے جو شریعت جدیدہ لاوے - اور بغیر کسی دوسرے نبی کے اُمّتی نبی اور رسول ہوا ہو - جیسا کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ

یا حضرت موسیٰ تھے۔ .... اور **مستقل** نبی سے مراد وہ نبی ہے
جو دوسرے رسول کا اُمتی نہ ہو۔ اور براہِ راست مقام نبوّت تک پہنچا ہو۔ جیسا کہ
جمیع انبیاء ماقبل از حضرت احمدؐ موعود تھے۔ **ظلّی اور بروزی** نبی سے مراد وہ نبی
ہے۔ جو اتباع اور اطاعت محمد رسول اللہ میں ..... ایسا فنا ہو کہ اسکا
جمیع کمالات میں بمع اسکی نبوّت کے مظہرِ اتم اور بروز کامل ہو چکا ہو۔ جیسا کہ حضرت
احمدؐ حضرت محمدؐ رسول اللہؐ کا مظہر کامل اور بروز اتم ہے۔ **امتی** نبی سے مراد وہ
نبی ہے جس نے کسی شارع رسول کی اُمت میں ہو کر مقام نبوّت حاصل کیا ہو جیسا کہ حضرت
احمدؐ موعود نے حضرت محمدؐ رسول اللہ کا اُمتی ہو کر مقام نبوّت حاصل کیا۔
ناقص جزوی یا مجازی (یعنی غیر نبی) سے مراد وہ ولی اللہ ہے جو دراصل
نبی نہ ہو۔ بلکہ غیر نبی ہو۔ ہاں صرف بعض کمالات نبوّت اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور
مقام نبوّت اسکو حاصل نہ ہو۔ ہاں محدّث اور ملہم ہو۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ تھے
یا حضرت احمد سرہندی۔

اصل جواب یہ ہے کہ (۱) حضرت احمد قادیانی علیہ السلام نبی اور رسول ہیں۔
نفسِ نبوّت اور رسالت میں کسی نبی ماسبق سے کم نہیں۔ اور لا نفرق بین
احد من رسلہ میں داخل ہے۔ آپ پر ایمان لانا ایمان بالرسل میں داخل
ہے جو شخص آپ کو نہیں مانتا یا آپ کا ماننا جزو ایمان قرار نہیں دیتا یا آپکو مدارِ نجات
یقین نہیں کرتا وہ نؤمن ببعض و نکفر ببعض کے ماتحت آکر **اولٰئک
ھم الکٰفرون حقًا** کا مصداق ہے یعنی پکّا کافر ہے۔

(۲) حضرت احمدؐ قادیانی نبی اور رسول ہیں۔ مگر اپنی مخصوص اصطلاح میں حقیقی
نبی نہیں یعنی آپ شریعت جدیدہ نہیں لائے۔ آپ مستقل رسول نہیں یعنی
آپ غیر اُمتی ہو کر نبی مقرر نہیں ہوئے۔ آپ ظلّی اور بروزی نبی ہیں یعنی آپ حضرت
محمد رسول اللہ کے جمیع کمالات کے مظہر کامل ہیں اور بروز اتم ہیں۔ آپ اُمتی
نبی ہیں یعنی آپنے مقام نبوّت حضرت محمد رسول اللہ کی اطاعت اور اتباع میں

حاصل کیا ہے۔ اُمّتی نبی ہونا آپکی شان کو بڑھاتا ہے۔ آپکے لئے مزیل شان اور موجب ہتک و ذلّت نہیں۔

(۳) حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین ما وسعھما الا اتباعی یعنی اگر حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ زندہ ہوتے۔ تو میرے مطیع اور متبع ہوتے۔ پس اگر حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی حضرت محمدؐ صلعم کا اُمّتی اور مطیع ہونے سے شان بڑھتی ہے۔ اور انکو کم مرتبہ اور کم حیثیت نہیں کرتا۔ تو جو بات حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے واسطے موجب فخر اور عزت ہے یعنی اتباع محمدؐ صلعم تو وہ حضرت احمدؑ کے واسطے کیونکہ موجب ذلّت اور باعث کم مرتبگی ہو۔

(۴) حضرت مسیح موعودؑ ہرگز ہرگز ناقص اور جزوی یا مجازی (یعنی غیر نبی) نہیں تھے۔ بلکہ آپ محدّث سے بڑھکر مرتبہ رکھتے تھے یعنی آپ نبی تھے۔

(۵) اگر حضرت موسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ۔ اور حضرت عیسیٰؑ کا ماننا ضروری اور جزو ایمان اور مدار نجات ہے تو حضرت مسیح موعودؑ کا ماننا جو حضرت محمدؐ رسول اللہ کا مظہر اتم ہے۔ کیونکر جزو ایمان اور مدار نجات نہ ہو۔ بلکہ یقیناً ہے اور ضرور ہے۔

دوسرا سوال

سائل۔ کیا حضرت احمدؑ قادیانی کے منکر ہونیکے باعث سب مسلمان کافر ہیں۔

جواب۔ اوّل حضرت احمدؑ قادیانی خدا کے نبی اور رسول ہیں۔ ایسے نبی اور رسول ہیں جیسے کہ جمیع انبیاء ماسبق تھے۔ اور اسی مخصوص جماعت کے فرد ہیں۔ پس جبکہ حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت یونسؑ۔ حضرت ہارونؑ۔ حضرت یحییٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ یا حضرت محمدؐ رسول اللہ کے منکر کافر ہیں انکے انکار سے جمیع اہل زمانہ کافر کہلاتے ہیں۔ اور آج بھی جو مسلمان ان میں سے کسی نبی کی نبوت کا انکار کرے۔ تو کافر ہوگا۔ تو کیا سبب ہے کہ حضرت احمد موعودؑ کا منکر کافر نہ ہو۔

ہم تو لا نفرق بین احدٍ من رسلہ اور لا نفرق بین احدٍ منہم کے قائل ہیں اور جو کہتے ہیں کہ نؤمن ببعض و نکفر ببعض ان پر فتویٰ خداوندی یہ ہے کہ اولٰئک ھم الکافرون حقاً۔ یعنی پکے کافر ہیں۔

دوم۔ لغت میں کفر نہ ماننے کا نام ہے۔ اور ایمان ماننے کا نام ہے۔ اور قرآن کریم کے نزدیک مومن وہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے ہر نبی اور رسول پر ایمان لاوے اور کافر وہ ہے جو خدا کے کسی نبی اور رسول سے منکر ہو۔ اور اسکو نہ مانے۔ پس جو لوگ حضرت احمدؑ موعودؑ کو نہیں مانتے اور اسکی وحی کو کلام خدا یقین نہیں کرتے۔ اسکی بیعت کرنا فرض نہیں جانتے۔ اسکی دعوت سے روگردان ہیں۔ اسکی تعلیم پر عامل نہیں۔ اسکی نصرت اور اعانت میں حصہ نہیں لیتے۔ پس وہ لوگ کیونکہ مومن ہوسکتے ہیں۔ جب وہ ماننے والوں میں شامل نہیں۔ تو ضرور نہ ماننے والوں میں شامل ہیں۔ اور جب تک ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں حد بندی۔ خط شناخت۔ نشانِ امتیاز قائم نہ کیا جاوے۔ تو لیمیز الخبیث من الطیب کے بموجب کیونکر مومن اور منکر لوگ باہم ممیز اور ممتاز ہو سکتے ہیں۔ پس اصطلاح شریعت میں تمام وہ لوگ جو مومن بالمسیح موعودؑ نہیں ہیں۔ سب کے کافر کہلائینگے اور ہم بھی باتباع شریعت انکو کافر ہی کہینگے۔

سوم۔ اگرچہ جمیع منکران حضرت محمدؐ صلعم و حضرت احمدؑ موعود کافر ہیں۔ تاہم ایسے دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک گروہ کافران باخبر ہیں اور ایک گروہ کافران بے خبر ہیں۔ پس جو لوگ کافران باخبر ہیں۔ ان میں مکفر۔ مکذب۔ متردد۔ منافق بتمامی سب شامل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک سے مواخذہ اور معاقبہ اور بازپرس انکے کفر اور اعمال کے بموجب ہوگا۔ جو جسقدر کفر اور شرارت میں زیادہ ہوگا۔ اسی قدر زیادہ مستحق سزا ہوگا۔

ہاں جو لوگ کافرانِ بے خبر ہیں۔ ان میں۔ لا یعلم۔ لا یعقل۔ مخبوط الحواس

مجذوب۔ نابالغ سب داخل ہیں۔ ان میں سے کسی ایک سے بھی حضرت احمدؑ قادیانی یا حضرت محمدؐ رسول اللہ کا مواخذہ یا بازپرس یا معاقبہ نہ ہوگا۔ ان میں سے جو لاعلم ہیں اُن سے صرف انکے سابقہ عقیدہ اور عمل کا مطالبہ اور محاسبہ ہوگا۔ یہ لوگ صرف حد بندی کے طور پر از روئے شریعت کافر کہلاتے ہیں۔ کیونکہ بہرحال جماعت مومنین میں شامل نہیں ہیں۔

چہارم۔ حضرت مسیح موعود ہمارے اس عقیدہ کے مؤید اور مصدق ہیں آپ حضرت صاحبؑ کی تحریر کتاب حقیقۃ الوحی صفحات ۱۶۲ تا ۱۶۶ اور ۱۶۸ اور ۱۷۹ غور سے مطالعہ فرماویں۔ حضرت بشیر احمدؐ کی کتاب کلمۃ الفصل بھی ضرور دیکھیں۔

پنجم۔ یہ امر قطعاً اور یقیناً غلط اور نادرست ہے کہ منکران مسیح موعودؑ پر فتوی کفر حضرت محمود احمدؐ یا کسی اور احمدی نے پہلے پہل دیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو کتب مسیح موعودؑ اور اخبارات سلسلہ احمدیہ الحکم اور بدر کے مطالعہ کا موقع بہت کم ملا ہے۔ یا اب وہ باتیں یاد نہیں رہیں۔ ہم خدا کے فضل سے ثابت کر سکتے ہیں کہ حضرت صاحبؑ کے زمانہ میں خود حضرت صاحبؑ اور حضرت نورالدین اعظمؓ اور حضرت حکیم فضل الدینؓ بھیروی سائلوں کو یہی جواب دیتے رہے۔ جو آج ہم دے رہے ہیں۔

ششم۔ خود خدا تعالیٰ کی وحی ہے جو حضرت احمدؑ کو صادق یقین نہیں کرتے۔ انکو کہدو کہ اے کافرو! میں صادق مدعیان نبوت میں سے ایک ہوں۔ قل یا ایھا الکفار انی من الصادقین۔

تیسرا سوال

سائل۔ آیت اسمہ احمد کا مصداق کون ہے۔ حضرت محمدؐ یا حضرت احمد قادیانی؟

جواب۔ اوّل آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایک کسی شخص کا اسم ذات ہوتا ہے اور کچھ اسماء صفات ہوتے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کا اسم ذات اللہ ہے اور باقی اسماء صفاتیہ ہیں۔

اسی طرح سیدنا حضرت محمدؐ کا اسم ذات محمدؐ ہے۔ اور کچھ اسماء صفات ہیں۔ جن میں محمد احمد۔ حامد۔ محمود۔ حاشر وغیرہ سب داخل ہیں۔

پس بلحاظ اسماء صفت حضرت محمدؐ رسول اللہ۔ اوّل درجہ کے محمدؐ اور احمدؐ ہیں۔ اور حقیقی محمدؐ اور احمدؐ ہیں۔ اور باقی جمیع انبیاء اور حضرت مسیح موعودؑ آپکے اظلال ہیں۔ ہاں حضرت احمدؑ موعود قادیانی کامل ظل اور مظہر ہیں صفات محمدؐ و احمدؐ میں۔ اور ان صفات کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود مجازی احمدؑ ہیں۔ جیساکہ آپ فرماتے ہیں "منم محمدؐ و احمدؐ کہ مجتبےٰ باشد"۔ پس یہ دعوےٰ احمدؑ و احمدؐ بطور بروز محمدؐ و احمدؐ ہونے کے ہے۔ صفات کے لحاظ سے نہ اسم ذات کے لحاظ سے۔ یعنی اگر حضرت محمدؐ کا نام محمدؐ نہ بھی ہوتا۔ اور حضرت احمدؑ موعود کا اسم ذات احمدؑ نہ ہوتا۔ تو بھی حضرت محمدؐ اوّل درجہ کے محمدؐ اور احمدؐ ہیں۔ اور حضرت احمد موعودؑ اسکے کامل بروز اور ظل ہیں ❖

مگر تاہم یہاں بحث یہ ہے کہ اسم ذات کے لحاظ سے اسمہٗ احمد کا مصداق کون ہو سکا یہ جواب صحیح اور درست ہے۔ کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ بلحاظ اسم ذات احمدؐ نہیں بلکہ محمدؐ ہیں اس لیے کیونکر اسمہٗ احمد کے مصداق ہو سکتے ہیں۔

دوم سیدنا حضرت محمدؐ کا (۱) اسم ذات احمدؐ نہیں (۲) والدین نے یہ نام نہیں رکھا (۳) قوم قریش نے کبھی اس نام سے آپ کو نہیں پکارا (۴) چالیس سال قبل از نبوت کسی کو معلوم نہ تھا آپ کا احمدؐ نام بھی ہے (۵) بعد از نبوت تا نزول اس بات کے کوئی نہ جانتا تھا کہ آپ کا نام احمدؐ ہے (۶) مشرکین عرب۔ نصاریٰ یہود نے کبھی آپ کو بدوران گفتگو و مخاطبہ کبھی اس نام سے مخاطب نہیں کیا۔ (۷) آپنے کبھی اپنے خطوط بنام شاہان عالم۔ یا اپنی مہر میں۔ کسی عہدنامہ یا تحریر میں۔ یا کسی کلمہ شریعت میں۔ یا درود سلام میں۔ اس نام کو معروف و مشہور نہیں کیا۔ (۸) قرآن میں خدا تعالیٰ نے ایک بار بھی نہ اس نام سے مخاطب کیا ہے۔ اور نہ یاد کیا ہے (۹) کبھی آپنے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آیت اسمہٗ احمد کا مصداق میں ہوں۔ (۱۰) اہل بیت نبوی۔ یا اصحاب رسولؐ نے ہرگز کبھی آپ کو اس نام سے مخاطب نہیں کیا۔

سوم - سید احسن نے ایک رسالہ القول المجد تحریر کیا ہے - اور اس میں بہت ساری روایات غیر مستندہ اور غیر معتبرہ سے کام لیا ہے مگر سید سرور صاحب اپنے رسالہ القول المحمود میں ان روایات کی وہ مٹی پلید کی ہے - کہ سید احسن کو سوائے خاموشی کے چارہ نہ رہا - آپ اسکو مطالعہ کر سکتے ہیں -

چہارم میرا عقیدہ یہ ہے - کہ حضرت محمد رسول اللہ - خاتم الانبیاء فخر الرسل - نہایت عظیم الشان نبی اور رسول ہیں - اور حضرت احمد قادیانی - حضرت محمد کے مظہر کامل - بروز تام - خاتم الاولیاء - جری اللہ فی حلل الانبیاء - نبی اور رسول اللہ ہیں - اور ہم نہ تو حضرت محمد رسول اللہ کو اور نہ حضرت احمد جری اللہ کو اپنی اس عظمت اور شان کے ثبوت کے واسطے یا انکے نبی اور رسول اللہ ہونے کی صداقت کے واسطے - کسی دوسرے نبی اور رسول کی کسی پیشگوئی یا پیش خبری کا محتاج جانتے ہیں اور نہ وہ خود محتاج تھے اگر انکے حق میں کوئی پیشگوئی کسی نبی کی نہ بھی ہوتی - تب بھی آپ دونو اسی کمال اور عظمت کے نبی اور رسول تھے - اور ہیں - جیسا کہ آج ہم انکو یقین کرتے ہیں -

پنجم - کوئی نبی اور رسول اپنی صداقت دعویٰ کے واسطے کسی پیشگوئی اور پیش خبری کا محتاج نہیں ہوتا - بلکہ اسکے صداقت دعویٰ نبوت کے واسطے اس کے پاس اپنے بینات ہوتے ہیں - اور انہی کا ہونا ضروری ہے - اور انہی کمالات سے ہی شناخت ہوتا ہے - اور یہی عقیدہ ہمارا حضرت محمد اور حضرت احمد کے بارہ میں ہے

ششم - اگر آیت اسمہ احمد کا مصداق صرف حضرت محمد ہوں تب بھی حضرت مسیح موعود نبی اور رسول اللہ ہیں اور صادق ہیں - اور اس آیت یا کسی اور آیت کی شہادت کے محتاج نہیں - اور اگر اس آیت یا پیشگوئی کا مصداق حضرت احمد قادیانی ہوں تب بھی حضرت محمد رسول اللہ نبی اور رسول ہیں اور صادق ہیں - اور اس آیت کی تصدیق کے دست نگر نہیں - اگر دونو یا دونو میں کسی ایک کی صداقت کے اپنے بینات اور کمالات بطور شاہد ناطق موجود نہ ہوں - تو صرف یہ آیت کسی ایک کی صداقت کا اصل اور کامل ذریعہ نہیں ہوسکتی - یعنی اس آیت کا کسی ایک کے حق میں ہونا -

یا دونوں کے حق میں نہ ہونا۔ انکی شان نبوت میں فرق نہیں لاتا۔ اور نہ انکی نبوّت کا اس پر دار و مدار ہے۔

ھفتم اگر اسم صفات کے لحاظ سے حضرت محمدؐ رسول اللہ اور اسم ذات کے لحاظ سے حضرت احمدؑ جری اللہ مصداق ہوں تو ایک آیت کے دو شخص مصداق بھی ہو سکتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۳ میں فرماتے ہیں کہ اگر ایک آیت کا مصداق حضرت محمدؐ بھی ہو اور حضرت مسیح موعودؑ بھی تو کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ ایسا ہو سکتا ہے۔

ھشتم میرے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ ہی اس آیت کا بلحاظ اسم ذات حقیقی مصداق ہیں اور حضرت محمدؐ صرف بلحاظ اسم صفت ہو سکتے ہیں۔ مگر بلحاظ اسم صفت حضرت مسیح موعودؑ حضرت محمدؐ کے بروز اور مظہر ہیں۔ پس اس پہلو سے آپ بروزی طور سے بھی مصداق ہیں۔ حضرت محمدؐ سب سے بڑا احمدؐ تھا اور حضرت احمدؑ اسکا بڑا مظہر ہے

نھم۔ حضرت احمد موعودؑ کے اس آیت کا مصداق حقیقی ہونے سے حضرت محمدؐ رسول اللہؐ کی شان بڑھتی ہے نہ یہ کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ کی صداقت کا بنیادی پتھر ہے اور اگر اس آیت کا مصداق آپ نہوں تو کیا آپ مقام نبوّت سے معزول ہو جاتے ہیں۔ جس نے ایسا یقین کیا ہے وہ بڑا ہی کودن اور غبی ہے۔

دھم۔ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت محمدؐ رسول اللہ دو جدا افراد نہیں بلکہ یکجان و دو قالب کا مصداق ہیں بلکہ وہ خود فرماتے ہیں **منہم محمدؐ و احمدؑ۔ ومن فرق بینی و بین المصطفےٰ فما عرفنی و ما رأی**۔ یعنی میں اور محمدؐ ایک ہی چیز ہیں اور جس نے ہمارے درمیان فرق اور غیریت پیدا کی اس نے مجھکو ہرگز شناخت نہیں کیا۔ اور ہرگز مجھے نہیں دیکھا۔ اگرچہ بظاہر آنکھوں سے دیکھا بھی ہو۔ اور کچھ عرصہ صحبت میں بھی رہا ہو پس جب یہاں اصل معاملہ یہ ہے تو حضرت احمدؑ کا اسم احمد کا مصداق حقیقی ہونے کی صورت میں وہ کونسا انکار ہے جو حضرت محمدؐ کا کیا جاتا ہے یا وہ کونسا کفر ہے جو لازم آتا ہے۔

یازدھم حضرت محمدؐ رسول اللہ کا یہ دعویٰ ہی موجود اور ثابت نہیں

کہ آپ نے اس آیت کے مصداق ہونیکا دعویٰ کیا ہو۔ اور حضرت احمدؑ جری اللہ کا دعویٰ موجود اور ثابت ہے۔ دیکھو اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۳-۱۲۴ پس حضرت محمدؐ کے حق میں اس آیت کو ماننا مدعی سست اور گواہ چست کا معاملہ ہے۔ اور حضرت احمدؑ کے حق میں اس آیت کو نہ ماننا مدعی چست و مصدق و گواہ سست کا مصداق ہے۔

دوازدھم۔ خدا تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو ایک بار بھی یا احمدؐ کہکر نہ پکارا گویا اپنی کلام اور کام سے تصدیق تک نہ کی کہ حضرت محمدؐ ہی احمدؐ موعود ہیں۔ اور برخلاف اسکے حضرت مسیح موعودؑ کو بار بار یا احمدؐ کہکر پکارا گویا اپنی کلامؐ اور کام سے تصدیق کر دی ہے کہ **احمدؑ موعود** یہی حضرت احمدؑ قادیانی ہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ انا ارسلنا احمدؑ الی قومہ فکذبوہ و قالوا کذاب اشر۔ یا احمد جعلت مرسلا سیقول العدو لست مرسلا۔ قل یا ایھا الکفار انی من الصادقین۔

چوتھا سوال

سائل۔ اگر آنحضرت سیدنا حضرت محمدؐ اسمہ احمدؐ کے اصلی مصداق نہیں تھے تو فلما جاءھم کے معنی کس قرینہ صارفہ سے مضارع کے کیئے جاتے ہیں۔

جواب۔ اوّل حضرت محمدؐ کو اس آیت کا مصداق بلحاظ اسم ذات ثابت کرنے کے واسطے دلائل قاطعہ اور بیّنات کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کی حیات اور آسمان پر جانے کے واسطے دلائل قویہ و نصوص قرآنیہ کی ضرورت ہے۔ یا جیسے حضرت محمدؐ پر باب نبوت مسدود ثابت کرنے کیواسطے نصوص قرآنیہ اور براہین ساطعہ کی حاجت ہے نہ بزرگان اُمت کے اقوال اور روایات غیر مستندہ یا باپ دادا کے تقلیدی خیالات کی۔ غیر احمدیوں اور غیر مبایعین سے جب دلائل قرآنیہ ان امور میں طلب ہوتی ہیں۔ تو انکی عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ سوائے رسمی اور

آبائی تقلیدی خیالات کے اور سوائے روایات غیر مستندہ اور احادیث موضوعہ
کے انکے ہاتھ میں کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی۔ مگر گروہ اوّل کو حیات مسیح ناصری پر
اور گروہ دوم کو انقطاع نبوت پر اصرار ضرور رہتا ہے۔ پھر جب وہاں کام نہ چلے
تو صرفی اور نحوی اور منطقی بحثوں میں الجھکر پیچھا چھڑانے کی ساعی ہوتے ہیں۔
سو یہی حالت دونوں گروہوں کی اس آیت کے مصداق مقرر کرنے میں ہوتی ہے
کہ وہ چاہتے ہیں کہ فلما جاءھم کی ہی آڑ لے لو۔ شائد اس طرح سے کام نکل جاوے
مگر فلما جاءھم سے اصل مطلب کہاں حل ہوتا ہے۔

دوم فلما جاءھم اصل صیغہ ماضی کا ہے مگر معنی مضارع کے قرآن صافہ
ذیل کی بنا پر کیئے جاتے ہیں۔

(۱) احمد موعود ہونیکا دعوی اور نبوت بحق حضرت محمد رسول اللہ موجود نہیں۔
لہذا کوئی اور نبی اور رسول ہے۔

(۲) قرآن کریم میں کئی مقامات پر بار بار ماضی بمعنی مضارع وارد ہے۔ اور اہل علم
اور قرآن دان گروہ سے یہ بات پوشیدہ نہیں۔

(۳) حضرت محمد رسول اللہ داعی الی الاسلام ہیں اور آپ سے قبل لوگوں میں الاسلام
نامی کوئی دین معروف اور موجود نہیں تھا۔ حضرت احمد موعود سے قبل اسکے مخاطب
گروہ عین الاسلام نامی ایک دین موجود اور معروف ہے وھو یدعی
الی الاسلام سے ظاہر ہے کہ جو شخص احمد موعود ہو کر آویگا۔ اور مدعی نبوت اور
رسالت ہوگا۔ اہل اسلام اسکو کافر اور خارج از اسلام قرار دیں گے۔ اور اسکو
کہینگے دعوی احمد موعود کا اور مدعی نبوت ہونا چھوڑ دو اور الاسلام میں داخل ہو جاؤ۔
کیونکہ انکے نزدیک وہ مدعی الاسلام سے خارج ہوگا۔ یہ امور حضرت محمد رسول اللہ کے
زمانہ میں آپکے ساتھ پیش نہیں آئے۔ مگر حضرت احمد قادیانی کے ساتھ ضرور واقع ہوئے
اور آپکو کافر اور خارج از دائرہ اسلام قرار دیئے گئے۔

(۴) اسی آیت سے آگے دو آیات میں واللہ متم نورہ۔ اور لیظھرہ علی الدین

کلہ کے الفاظ ہیں۔ اور غیر احمدیوں کی تمام تفاسیر۔ اور غیر مبائع گروہ کے رؤسا
اور ہم خادمان حضرت مسیح موعودؑ متفق اور متحد ہیں اور یہیں مسلم ہے کہ یہ امور حضرت
مسیح موعودؑ کے متعلق ہیں یعنی اسکے مبارک عہد میں نور اسلام اور غلبہ دین خدا
ادیان عالم پر واقع ہوگا اور خاص اسی کے ہاتھ اور اسکی جماعت کی مساعی سے
پس یہ امور نیز قرینہ صارفہ ہیں فلما جاء ھم کے معنی مضارع کیئے جانے کے۔
(۵) ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق کی آیت کو اکثر
تفاسیر نے حضرت مسیح موعودؑ کے حق میں بطور پیشین گوئی مانا ہے اور حضرت احمدؑ
کو بار بار یہی آیت وحی ہوئی۔ جسکے صاف معنی یہ ہیں کہ حضرت صاحب ہی اسکے
مصداق ہیں۔ اور حضرت صاحب کا دعویٰ بھی ہے۔ دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۳۔
چنانچہ ھوالذی ارسل رسولہ الخ تحریر کرکے آپ فرماتے ہیں٭ یہ آنحضرت صلعم
کے حق میں ہے۔ اور پھر یہی آیت مسیح موعودؑ کے حق میں بھی ہے جیسا کہ تمام
مفسر اسکی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پس یہ آیت کوئی غیر معمولی نہیں ہے کہ ایک
آیت کا مصداق آنحضرت صلعم ہوں۔ اور پھر مسیح موعودؑ بھی اسی آیت کا مصداق
ہو۔ بلکہ قرآن شریف ذو الوجوہ ہے یہ ایک محاورہ اس طرز پر واقع ہوگیا ہے۔ کہ
ایک آیت کا مصداق مسیح موعودؑ بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیت ھوالذی ارسل
رسولہ بالھدیٰ سے ظاہر ہے۔ اور رسول سے مراد اس جگہ آنحضرتؐ بھی ہیں
اور مسیح موعودؑ بھی مراد ہے۔ صفحہ ۱۲۳۔ تحفہ گولڑویہ۔
مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ اپنے رسالہ مسیح موعودؑ صفحہ ۲۵۰ پر تسلیم کرتے

٭ یہ آیت آنحضرت صلعم کے حق میں سورۃ توبہ آیت ۳۳ میں آئی ہے۔ اور پھر حضرت
مسیح موعودؑ کے حق میں سورۃ صف آیت ۱۰ میں موجود ہے۔ اور دونوں مقام پر چونکہ ایک ہی الفاظ
ہیں پس گویا ایک ہی آیت ہے جو اوّل سیدنا حضرت محمدؐ کے حق میں وارد ہوئی اور پھر حضرت احمدؑ
کے حق میں دہرائی گئی ہے اور یہی مدعا حضرت صاحب کا اس مقام پر ہے۔ منہ

ہیں۔ کہ اس کے متعلق مفسرین نے اثبات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ یہ غلبہ مسیح موعودؑ کے وقت ہوگا۔ پس یہ امر ایک قرینہ صارفہ ہے۔

(۶) ایک آیت اور ہے ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ حضرت احمدؑ موعود کے زمانہ میں آفاق عالم کے کل ممالک تجارت کے شغل میں سخت منہمک ہونگے۔ اور چاروں طرف تجارت ہی کا بازار گرم ہوگا۔ یہانتک کہ بڑا فتنہ جس کے دفعیہ کے واسطے وہ احمد موعود مسیح موعود ہو کر آئیگا۔ وہ بھی ایک ایسے گروہ کا ہوگا۔ جس کو دوسرے الفاظ میں الدجال کہا گیا ہے۔ اور جس کے معنے کتب لغت میں صاف موجود ہیں۔ الدجال فرقۃ عظیمۃ تحمل متاعاً للتجارۃ۔ یعنی الدجال خود تاجر گروہ کی کمپنی ہوگی۔ جو اپنے حصول مدعا کے واسطے بظاہر تجارت پیشہ ہوگی۔ اور وہی ان کے عروج اور اقبال اور کمائی کا ذریعہ ہوگا۔ اسی کے ذریعہ اطراف عالم میں زور حاصل کرکے اسلام کے خلاف خدا کا فرزند۔ اور کفارہ اور تثلیث منوائینگے۔ اور اسی کے دفع شر کے واسطے حضرت احمدؑ آویگا۔ ہاں دجال کی تجارت میں ہلاکت اور عذاب الیم موجود ہوگا۔ مگر حضرت مسیح موعود جس تجارت کی طرف بلائینگے۔ وہ تجارت لن تبور۔ اور تنجیکم من عذاب الیم کا مصداق ہوگی۔ یعنی ان کی تجارت میں ہرگز ہلاکت نہ ہوگی اور عذاب الیم سے نجات دہندہ ہوگی۔ پس جو ہلاکت تجارت دجال مضمر ہے۔ اس سے نجات کی بشارت مسیح موعود کی تجارت میں ہے۔ اسی واسطے مدار نجات ہے۔ یہ بھی ایک قرینہ صارفہ ہے۔

(۷) اس سورۃ صف کے آخر میں ایک آیت ہے:۔ یاایھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ۔ قال الحواریون نحن انصار اللہ یہ آیات خود شاہد ہیں۔ کہ جب ہم میں احمدؑ موعود حضرت عیسٰی کی طرح مسیح موعود ہو کر آوے اور ہم سے یاایھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ کی استدعا کرے۔ تو ہم حواریاں مسیح ناصری کی طرح نحن انصار اللہ کا جواب سناویں۔ سو یہ امر خود اثبات کا قرینہ صارفہ ہے کہ وہ احمد موعود مقام مسیح پر ہو کر آویگا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ مثیل موسٰی تھے۔

(۸) اگلی سورۃ سورۃ الجمعہ ہے۔ وہ تمام کی تمام حضرت احمد موعود کے حق میں بطور پیشگوئی ہے۔ بالخصوص (۱) و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کی آیت۔ (۲) خود حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ یوم الجمعہ ہونا۔

الغرض یہ سورۃ کل کی کل ایک قرینہ صارفہ ہے۔ اور اسکی شرح اور تفسیر تمام کتب مسیح موعودؑ اور حضرت نور الدینؓ میں قبل ازیں موجود ہے۔

(۹) ابتدا سورۃ صف میں احمد موعودؑ کا رسول اللہ ہونا۔ مذکور ہے۔ وسط سورۃ میں اسکا مشن لیظھرہ علی الدین کلہ موجود ہے۔ انتہا سورۃ میں اسکا مثیل عیسیٰؑ ہونا موجود ہے۔

اسکے بعد سورۃ الجمعہ کے آغاز میں اسکا بروز محمدؐ ہونا موجود ہے۔ اسکی جماعت کا آخرین اور مثیل صحابہ النبی مذکور ہے اور آخر سورۃ میں اسکا زمانہ یوم الجمعہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

اسکے بعد سورۃ منافقون ہے۔ اس کے آغاز میں جماعت مومنین میں ایک ایسا گروہ موعود ہے۔ جو منافق ہوگا زبان سے تصدیق دعویٰ کرینگے۔ اور عملاً سخت مکذب ہونگے بعدہٗ ان کے خیالات کا نقشہ کھینچا ہے۔ آخر میں ان کا انجام بتایا ہے۔ پس یہ سب امور عظیم الشان پیشگوئیاں اور قرائن صارفہ ہیں ہماری تصدیق میں کہ فلما جاءھم سے مراد زمانہ مضارع ہے۔

پانچواں سوال

سائل۔ کیا حضرت احمدؑ قادیانی پر وحی کا نزول بذریعہ جبرئیل تھا؟

جواب۔ اول تو قرآن کریم میں کوئی نص صریح موجود نہیں کہ تمام انبیاء اللہ کے پاس وحی کے لانے کے لئے حضرت جبرئیل کا آنا ضروری ہے۔ دوم۔ سوائے محمد رسول اللہؐ ہر نبی کے پاس حضرت جبرئیل کا آنا از روئے قرآن ثابت نہیں۔ سوم۔ وحی

کے واسطے ایک شق یُرسِل رسُولًا کی قرآن کریم میں وارد ہے۔ کہ وحی خدا کو کوئی فرشتہ لیکر آتا ہے۔ پس اس کا تعین کرنا کہ وہ حضرت جبرئیل ہی ہے۔ کسی نص صریح کی بناء پر ثابت نہیں۔ چہارم۔ اگر یرسل رسولًا میں رسُول سے مُراد حضرت جبرئیل ہی ہے۔ تو گو یہ تعین محض اجتہادی ہے۔ تاہم اس کو صحیح تسلیم کر کے ہم کہہ سکتے ہیں۔ اگر انبیاء اللہ کے پاس وحی کا لانا حضرت جبرئیل ہی کا کام ہے۔ تو حضرت احمد موعود چونکہ رسُول اللہ ہے۔ لہذا آپ پر وحی کا لانیوالا فرشتہ بھی جبرئیل ہی ہے۔ لاغیر جبکہ دوسرا فرشتہ وحی لانے کے واسطے تمہارے ہاں معین ہی نہیں۔ پنجم۔ یہ سوال اُسوقت درست ہوسکتا ہے۔ جبکہ قرآن حمید میں کوئی نص صریح موجود ہو۔ کہ حضرت محمد رسُول اللہ کے بعد جبرائیل کا نزول نہ ہوگا۔ اور جب تک یہ سوال ثابت شدہ نہیں تو خود سوال ہی بے بنیاد ہے۔ ششم۔ کیا کسی صحیح حدیث میں ایسا وارد ہے۔ اگر ہو تو اوّل وہ حدیث بطور دلیل اس سوال کے ساتھ شامل ہونی ضروری ہے۔

ہفتم۔ جبکہ ہمارے نزدیک از رُوئے قرآن و وحی مسیح موعود کلام اللہ میں وحی نبوت غیر تشریعی منقطع ثابت نہیں تو جب تک کہ نص صریح کلام خدا سے پیش نہ ہو ہم کب نزول جبرئیل کو منع اور مسدود جانتے ہیں۔

ہشتم:۔ حضرت مسیح کی وحی سے ثابت ہے۔ کہ جبرائیل جس کا ایک نام آئیل بھی ہے حضرت مسیح موعود کے پاس وحی لایا۔ اور آنحضرت صلعم حقیقۃ الوحی[۱۰۳] پر فرماتے ہیں۔ کہ اس جگہ آئیل خدا تعالیٰ نے جبرئیل کا نام رکھا ہے۔ اس لئے کہ بار بار رجوع کرتا ہے۔ اور اسکے علاوہ پیام مورخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۱۸ء میں "ملفوظات حضرت مسیح موعود" کے عنوان کے نیچے الہام جاءنی آئل کا ترجمہ اور تشریح درج ہے۔ جو حضرت مسیح موعود نے فرمائی تھی لکھا ہے:۔

"ترجمہ۔ آیا میرے پاس آئیل اور اُس نے اختیار کیا (یعنے مُجھے چن لیا) اور گھمایا اپنی انگلی کو۔ اور اشارہ کیا۔ خدا تجھے دشمنوں سے بچائیگا۔ اور لوٹ پڑیگا ہر اُس شخص پر جو تجھ پر اُچھلا۔ فرمایا آئیل اصل میں ایالت سے ہے۔ یعنے

اصلاح کرنیوالا اور سیاست کرنے والا جو مظلوم کو ظالم سے بچاتا ہے یہاں جبرئیل نہیں کہا ائیل کہا۔ اس لفظ کی حکمت یہی ہے کہ وہ دلالت کرے کہ مظلوم کو ظالم سے بچا دے اسلئے ائیل ہی فرشتہ کا نام رکھا ..... ائیل چونکہ لغتیں بمشکل مل سکتا ہو گا یا کم مستعمل ہو گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود ہی اسکی تفصیل کر دی یہ کہکر کہ آئیل جبرئیل ہے فرشتہ بشارت دینے والا" جس طرح انبیاء علیہم السلام کے صفات ہوتے ہیں اسی طرح ملائکہ کے بھی صفات ہوتے ہیں اور جنجمہ کے جو معنی ہم اس وقت کرتے ہیں وہ اجتہادی ہیں اصل حقیقت تو اسوقت کھلے گی جب ان کا ظہور ہو گا اس پر ابو سعید عرب نے عرض کی کہ کاش مجھکو بھی جبرئیل دکھایا جاتا۔ فرمایا جب خدا آپ کو وہ آنکھیں عطا کرے گا تو آپ بھی دیکھ لیں گے وما تنزل الا بامر ربک۔ وہ تو خدا کے حکم سے نازل ہوتا ہے"

نہم - اس امر کا ثبوت کہ حضرت مسیح موعود پر نزول جبرئیل ہوتا تھا - حضور کی وہ تقریر بھی ہے جو پیغام صلح مورخہ ۲۳ اپریل ۱۹۱۸ء صفحہ ۶ میں ملفوظات حضرت مسیح موعود کے عنوان سے چھپی ہے :-

"کسی شخص کا سوال پیش ہوا کہ آپنے جبرئیل کے متعلق جو تحریر کی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا خیال بھی سید احمد کی طرح ہے کہ روح الامین انسان کے اندر ہی ہے اور اسکے سوا کوئی اور روح القدس اور جبرئیل نہیں۔

فرمایا یہ بالکل غلط ہے سید احمد کے ساتھ اس معاملہ میں ہمارے خیال کو کوئی مطابقت نہیں ہمارا منشا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح الامین کا نزول انسان پر اسوقت ہوتا ہے جبکہ انسان خود تقدس اور تطہر کے درجہ کو حاصل کرکے اپنے اندر بھی ایک

حالت پیدا کرتا ہے جو نزول روح الامین کے قابل ہوتی ہے اسوقت گویا ایک روح الامین اِدھر ہوتا ہے تب ایک اُدھر سے آتا ہے یہ بات ہم اپنے حال اور اپنے تجربہ سے کہتے ہیں نہ کہ صرف قال ہی قال ہے۔"

دہم۔ آپ نزول جبرئیل کی اس وحی نبوت اور رسالت کے ساتھ قائل نہیں تھے۔ جس کے ذریعہ شریعت جدیدہ کا ظہور ہو۔ اور آپ خود شارع ہونے یا کسی شارع رسول کے آنے کے قائل نہ تھے۔

چھٹا سوال

سائل۔ کیا حضرت احمد قادیانی مسیح موعودؑ پر ایمان لانا یا اسکے ماننے کو جزو ایمان قرار دینا۔ یا اسکو قبول کرنا جزو لاینفک اسلام ہے۔ یا اس کا ماننا مدار نجات ہے تو کس آیت یا حدیث کی بنا پر۔

جواب۔ اوّل حضرت مسیح موعودؑ نبی اللہ ہے۔ اور انبیاء اللہ کا ماننا ایمان بالرسل میں داخل ہے۔ اور ہر نبی کا ماننا جزو ایمان یا قبول کرنا۔ جزو لاینفک اسلام یا مدار نجات ہے۔ اور حضرت صاحب ان میں داخل ہیں۔

دوم۔ اگر حضرت احمد قادیانی نبی اللہ ہو۔ جیسا کہ بروایت احادیث سیدنا حضرت محمد رسول اللہ نے بھی اسکو قرار دیا ہے یا وحی خدا میں خود خدا تعالیٰ نے بار بار آپکو نبی اللہ اور رسول اللہ کہا ہے۔ یا انکا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ مگر بغیر کسی نئی شریعت کے۔ (اخبار بدر ۵۔ مارچ ۱۹۰۸ء) تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ باوجود نبی اللہ ہونیکے آپکا انکار معمولی ہو۔ اور آپ جزو لاینفک اسلام نہوں۔ کیا لا نفرق بین احد من رسلہ اجازت دیتا ہے اور نؤمن ببعض ونکفر ببعض کہ ایسا کرنے والا اولئک ھم الکافرون حقاً کے فتویٰ سے بچ سکتا ہے۔

سوم - ہر نبی کی اُمت کے واسطے باوجود نبی ماقبل کے اقرار اور تصدیق کے آنیوالا - جب آجاوے - اسکا ماننا جزو لاینفک اسلام اور جزو ایمان ہے اُمت آدمؑ کے واسطے حضرت نوحؑ جب آچکا - اور اُمت نوحؑ کے واسطے حضرت موسیٰؑ - اور حضرت موسیٰؑ کی اُمت کے واسطے حضرت عیسیٰؑ اور دوسرے انبیائے بنی اسرائیل اور سب امتوں کے واسطے حضرت محمدؐ رسول اللہ اور اُمت محمدیہ کے واسطے حضرت مسیح موعودؑ - جب ظہور کر چکے انپر ایمان لانا مدار نجات ہے - اور جزو لاینفک اسلام ہے - ہاں جب تک آنیوالا نبی نہ آیا تھا - تب تک صرف پیشگوئی کے رنگ میں ایمان تھا - جو ایمان بالغیب میں داخل تھا -

چہارم - اگر آج ایک مسلمان کے واسطے باوجود اقرار کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کے حضرت آدمؑ یا حضرت موسیٰؑ - حضرت لوطؑ - حضرت یوسف - حضرت ہارونؑ - حضرت یحییٰ - حضرت زکریاؑ - اور حضرت عیسیٰ ناصری کا ماننا جزو لاینفک اسلام ہے اور انکا انکار خارج از اسلام کرتا ہے - تو کیا سبب اور باعث ہے کہ جو شخص جری اللہ فی حلل الانبیاء - اور مظہر کامل محمدؐ ہو کر آوے اور نفس نبوت میں کسی نبی ماسبق سے کم نہو - اسکا انکار کفر نہ ہو -

پنجم - اگر حضرت مسیح موعودؑ کا ماننا جزو لاینفک اسلام نہو تو آپ کا آنا فضول اور بعثت لغو ہے جو خود خداوند عالم کی شان کے خلاف ہے - جو حکیم ذات ہے - اور اسکا فعل حکمت سے خالی ہو نہیں سکتا -

ششم - کسی نبی یا رسول کی صداقت یا ماننے کیلئے انکی اپنی وحی بھی حجت ہوتی ہے - اور ضروری نہیں کہ اسکے حق میں کسی نبی ماسبق کی وحی یا اسکی کوئی آیت یا حدیث موجود ہو - اور حضرت مسیح موعودؑ بھی اسی قانون اور قاعدہ کے ماتحت ہیں - اور اس سے مستثنیٰ نہیں - تاہم چونکہ نبی ہیں اور انبیاء اللہ کی مخصوص جماعت کے ایک ممتاز فرد ہیں - لہٰذا آپ پر ایمان لانا ایمان بالرسل میں داخل ہے - اور کئی آیات ہیں جن کا ذکر ہمنے رسالہ احمد موعودؑ میں کیا ہے - جو حضرت احمد موعودؑ

کے واسطے پیشگوئیاں ہیں۔ اور بہت ساری احادیث میں ہے۔ کہ مسیح موعودؑ آویگا اور یہانتک موجود ہے کہ اذا رأیتموہ فبایعوہ (اغلباً ابن ماجہ) یعنی جب تم اسکو پالو۔ تو اسکی بیعت کر لو۔ تاہم حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کی بنیاد اوّل قرآن کریم پر اور پھر اپنی وحی پر ہے اور احادیث پر ہرگز آپکے دعویٰ کی بنیاد نہیں۔ کیونکہ دعویٰ کی بنیاد قطعی اور یقینی کلام پر ہونا ضروری ہے۔ اور احادیث کا مرتبہ ظنی ہے۔ ظنی چیز بنیاد دعویٰ نہیں ہو سکتی۔ دیکھو اعجاز احمدی صفحہ ۲۹۔

ساتواں سوال

سائل۔ حضرت محمد رسول اللہ نے تو صرف حضرت مسیح موعودؑ کو سلام پہنچانیکا ارشاد فرمایا ہے۔

جواب۔ اوّل تو یہ ہے کہ ہم چھٹے سوال کے جواب میں ماننے کے بارہ میں مفصل بتا چکے ہیں۔ رہا سلام پہنچانے کا ارشاد۔ سو ہم دریافت کرتے ہیں کہ سلام پہنچانے سے انکی کیا مراد ہے۔ آیا صرف اسی قدر کہ جیساکہ وایسرائے ہند کمانڈر انچیف ہند۔ کسی چھاؤنی میں وارد ہوتا ہے۔ اور افواج سلامی کر کے چلی جاتی ہیں۔ اگر اسی قدر مدعا ہے۔ تو بھی اگر اس سے مدعا اقرار اطاعت اور فرمانبرداری نہیں تو محض ایک لغو کام ہے۔ کہ اتنا عظیم الشان اسقدر طویل انتظار کے بعد آوے۔ وہ بھی سلامی لینے کے واسطے۔ اور بس

ادھر مسلمانوں کا حال امم عالم سے پست اور برتر ہو رہا ہو۔ اور اسلام دشمنان دین کے ہاتھوں خستہ و تباہ ہو رہا ہو۔ اور مسلمان۔ یہود کی طرح گل سڑ رہے ہوں۔ اور اعتقاد اور عمل دونو خدا کے غضب کے باعث ہو رہے ہوں۔ اور تمام انعامات نبوت و مملکت کھو رہے ہوں۔ اور ادھر حضرت مسیح موعود صاحب تشریف لا کر میدان پریڈ میں سلامی لے کر اپنے گھر آرام سے زندگی بسر کر رہے ہوں۔ اور ہماری حالت پر اسکو کچھ بھی رحم نہ آوے تاکہ اسکے فیوض اور برکات سے ہم

عذاب الیم اور ضلالت مبین سے نجات پا جائیں۔ اگر ہم درخواست کریں تو اندر خود حضرت مسیح اور باہر علمار شیلی یہود دو فو جواب بنا دیں کہ بس سلامی ہو چکی۔ اب جاؤ اپنا سر کھاؤ۔ کیا عجیب معقول عقیدہ ہے۔

دوم جب مدعی مسیح موعود ہونیکا کھڑا ہو ہم کو کیا بات مجبور کریگی کہ اسکی تصدیق صداقت پر وقت خرچ کریں۔ اور بصورت تصدیق غیروں کے فتاوے کفر قبول کریں۔ دکھ اور تکالیف برداشت کریں۔ اور سفرہا دراز کی صعوبتیں اٹھاویں۔ اور صرف سلام پہنچا دیں۔ اور الٹے پاؤں سیدھے وطن کو لوٹیں۔ گر کہیں۔ وہ مدعی صادق یہ کہدے کہ ٹھیرو۔ میری بات سنو۔ وحی خدا پر غور کرو۔ اسکو قبول کرو۔ پیغام خدا پر ایمان لاؤ۔ اور اسکی تعمیل میں میری بیعت کرو میری اعانت اور نصرت کرو۔ میری صحبت میں زندگی بسر کرو۔ میرا مشن مخلوق خدا تک پہنچاؤ۔ کہ اس میں تمھاری خیر اور فلاح اور نجات ہے اور اسکی عدم تعمیل میں تمھارا مقام جہنم ہے۔ تو ہم کیا جواب دینگے۔ بس یہی کہ حضرت ہم تو سلام پہنچانے آئے تھے ہم کو تو اسقدر درد سر کی برداشت کرنے کی تعلیم سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلعم نہ دے گیا تھا۔ کیا ایسی لغو بات کی مثال کوئی انبیاء ما سبق میں بھی موجود ہے۔ اور اس عظیم الشان بیہودگی کی کوئی نظیر بھی ہے۔

سوم۔ ممکن ہے کہ مسیح موعود ہونیکا دعوی کئی لوگ کریں۔ اور امت سے سلامی لینے کا شوق پیدا ہو۔ کیونکہ آجکل بالخصوص سلام لینے کے خواہش مند لوگ ملتے ہیں۔ تو کیا ہم کسی مدعی کی صداقت دعوی پر غور اور تدبر بھی کرینگے یا نہ۔ اس سے اسکے صادق ہونیکے دلائل بھی طلب کرینگے۔ کیا ہم سب مسلمان اسکو صادق تسلیم کرنے میں متفق ہو جاوینگے یا نہ۔ ضرور اختلاف بھی واقع ہوگا۔ پس جو صادق مان لیں اور وہ جو کاذب قرار دیدیں تو دونو گروہ کے واسطے اجر اور ثواب یا سزا اور عقاب بھی ہوگا یا نہ۔ اگر ہے تو کیا دلیل اور سند ہے۔ اور جبتک ہم ایسا نکریں۔ ہم کیونکر مطمئن ہو سکتے ہیں کہ سلام کی امانت اہل اور مستحق کو پہنچی

سے یا غیر مستحق کو۔ کیونکہ قرآن کریم کہتا ہے ان تؤدوا الامانات الی اھلھا۔ یعنی امانت مستحق اور اہل کو پہنچانا ضروری ہے۔ اور غیر مستحق کو دینا جرم ہے۔

چہارم۔ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ کا یہ فرمانا۔ کہ من ادرک منکم عیسی ابن مریم فلیقرئہ منی السلام (رواہ حاکم) یعنی حضرت مسیح موعودؑ کو میرا اسلام پہنچاؤ۔ صاف اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جہاں اسکی بعثت اور دعوت پر ایک رست خیز عظیم برپا ہو۔ اور طوفان بے تمیزی پیدا ہو۔ اور اُمت محمدیہ کے مثیل یہود علماء اور عوام الناس اسکو کافر قرار دیں اور اسپر فتاوے تکفیر جاری کریں۔ اور اسکے درپے قتل اور ایذا ہوں۔ اور اسکو خارج از اسلام قرار دیں۔ تو تم سے میری یہ امید اور خواہش ہے کہ تم تابعدار اور مطیع اور متبع جماعت بنکر اطاعت اور فرمانبرداری کی راہ پر قدم زن ہو جانا۔ اور مومنین اور مطیعین میں داخل ہو کر اس مبارک انسان پر ایمان لاؤ۔ اور اسکو میرا اسلام پہنچاؤ یعنی یہ خبر سُنا دو کہ تم پر اُن مصائب اور تکالیف کے بعد سلامتی ہوگی اور شریروں کے شر سے محفوظ رہوگے۔ اور یہ کہ ہم تابعدار ہیں۔ اور ہماری طرف سے شر کی توقع مت رکھو۔ گو سلام پہنچانے والوں کے ذمہ امور ذیل مقرر ہوئے۔ اوّل ہمیشہ چوکس اور چوکنے رہیں کہ کب وہ مبارک موعودؑ مبعوث ہوگا۔ دوم۔ اسکی شناخت اور تصدیق میں خوب سعی سے کام لیں۔ اگر کئی مدعیان مسیحیت کھڑے ہوں۔ تو صادق اور کاذب میں خوب چھان بین کر کے تمیز کر لیں۔ تا کہ کسی نا اہل اور غیر مستحق کو میری امانت حوالے نہ کر دیں۔ سوم۔ جب صادق انسان کو بعد از غور اور تحقیق فضل خدا سے پالیں تو اسکو قبول کر لیں۔ اسپر ایمان لے آویں اور اسکے علم اور صحبت اور فیوض سے مستفیض ہوں۔ اور کونوا مع الصٰدقین کے ماتحت مدعی صادق کا ساتھ دیں۔ چہارم۔ اس کو سیدنا حضرت محمد رسول اللہ کا سلام پہنچا دیں۔ اور یہی غرض صرف اسقدر فقرے میں مضمر ہے۔ جسکو صرف سلام پہنچانا کہکر اسپر ایمان لانے اور اسکی

بیعت سے جان کی رہائی کا راستہ نکالا جا رہا ہے۔ ایک ایسے عظیم الشان حکیم نبی سیدنا حضرت محمد رسول اللہ کے سلام کو ایسا لغو اور بے معنی قول اور عمل قرار دیا جا رہا ہے۔

پنجم۔ ایک حدیث میں حضرت مسیح موعودؑ نبی اللہ کے بارہ میں وارد ہے کہ فاذا رأیتموہ فاعرفوہ (رواہ احمد) یعنی جب تم اسکو دیکھ پاؤ۔ تو ضرور اسکی شناخت کرو۔ اور اسکی معرفت حاصل کرو۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ فاذا رائیتموہ فبایعوہ ولو حبوا علے الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المھدی (رواہ ابن ماجہ) یعنی جب تم اسکو دیکھ پاؤ۔ تو ضرور اسکی بیعت کرو اگرچہ برف پر سینوں کے بل چلنا کیوں نہ پڑے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے۔ دوستو! اگر احادیث ہی چاہتے ہو۔ تو یہ لو وہ احادیث ہیں۔ جو تم پر اسکی شناخت اور اسکی بیعت فرض قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ برف پر چلکر اسکو ملنا پڑے۔ جس سے بیعت کیجائے گی وہ کون ہوگا وہ مسیح موعودؑ نبی اللہ ہوگا۔ اور خلیفۃ اللہ المہدی ہوگا۔ کیا اسکی ایمان کے بغیر بیعت کیجاویگی یا اول اسپر ایمان لایا جاویگا تب اس سے بیعت ہوگی۔ اور اگر صرف سلام پہنچانا مقصود تھا تو فاعرفوہ۔ اور فبایعوہ کے ارشادات کس طرح نظر انداز کروگے۔

ہم خود تو احادیث کے محتاج نہیں۔ نبی تو وحی خدا کے ماتحت مانے جاتے ہیں۔ تاہم تمھارے مطلوبہ مدعا اور خواہش کے بموجب احادیث بھی حاضر ہیں۔ چاہو تو قبول کرو۔ ورنہ خیر۔

آٹھواں سوال

سائل۔ کیا حضرت محمود احمد خلیفۃ المسیحؑ کی بیعت کرکے آپ اس امر کے پابند ہوجاتے ہیں کہ جو اعتقادات وہ پیش کریں۔ وہی آپ مانتے چلے جاویں۔

جواب۔ اول ہم نے حضرت محمود احمد سے بحیثیت خلیفۃ المسیح بیعت کی ہے۔ یعنی وہ ہم کو حضرت احمد موعود کے مشن اور تعلیم کی دعوت اور تبلیغ پر عامل ہونگی

یاد دہانی کرتا رہیگا۔ ہم کو انکی پابندی پر آمادہ کرتا رہیگا۔ اسکی اشاعت کی تدابیر کریگا ہم کو اپنا شریک خدمت کریگا۔ اور ہم اس کی سنینگے اس کی اطاعت کریں گے۔ انکی نصرت اور اعانت اپنا فرض جانیں گے۔ یہ غرض ہے ہماری بیعت کی۔

وہ ہمارا سردار اور امیر ہوگا ہم اسکے متبع اور مطیع جماعت ہونگے۔ اور اسکے ماتحت ہوکر ایک مرکز سے اطراف عالم میں دعوت اور تبلیغ کرینگے۔ اور ملکر کام کرینگے جب تک کہ خدا چاہے۔ نہ وہ خلاف تعلیم قرآن و شریعت محمدؐ یا تعلیم احمدؑ کہیگا اور نہ اس سے توقع ہے۔ اور نہ ہم نے ۱۴۔ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء سے لیکر آجتک کوئی بات دیکھی ہے۔ پس یہ سوال میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ جب تک واضح نہ کیا جاوے کہ وہ کونسی باتیں ہیں جو انھوں نے نئی پیش کی ہیں اور ہم نے مان لی ہیں۔

دوم۔ جو خدا کا نبی اور رسول ہوتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا حضرت محمدؐ یا حضرت احمدؑ قادیانی ہیں۔ اسکے پیش کردہ اصول اور فروع سب لائق قبول و اٰمنا وصدقنا ہوا کرتے ہیں۔ مگر جو اس نبی کے خلفاء اور غیر مامور جانشین ہوتے ہیں اصول کو چھوڑکر۔ اور خصوصیات سلسلہ کو الگ کرکے باقی امور میں جو فروع ہیں بکلی اتفاق نہ صحابہؓ محمدؐ میں تھا اور نہ صحابہؓ احمدؑ میں۔ مسائل اور تفہیم فروع اور اجتہادات میں باہم بکلی اتفاق ناممکن ہے اور اختلافات کا ہونا ممکن ہے۔ تاہم اس لحاظ سے بھی ہم کو کوئی بات حضرت محمود احمدؐ کی طرف سے معلوم نہیں۔

سوم۔ ہم حضرت محمدؐ کے خلاف حضرت صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ سے نہ سن سکتے ہیں اور نہ مان سکتے ہیں۔ اور حضرت احمدؑ کے خلاف حضرت نورالدین اعظمؓ سے اور حضرت محمود احمدؐ سے نہ سن سکتے ہیں اور نہ مان سکتے ہیں۔ ہم سے کوئی اقرار حضرت محمود احمدؐ نے ایسا نہیں لیا۔ کہ میں خواہ کچھ ہی کہتا رہوں آپ لوگ بلا چون و چرا تسلیم کیا کریں۔ بلکہ اطاعت در معروف اور اتباع احمدؑ کی بیعت اور عہد ہم سے لیا ہے اور ہم خدا کے فضل سے اسپر قائم ہیں۔

نواں سوال

سائل۔ تم ملکر کام کیوں نہیں کرتے۔ جب تک کہ تم میں کوئی شخص روح القدس سے کھڑا نہو

جواب۔ (۱) ہم تو خدا کے فضل سے ملکر کام کرنے کو ہر وقت طیار ہیں حضرت محمود احمد کی خلافت اور سیادت کے ماتحت واحد امام اور واحد مرکز پر جمع ہو کر رہے ہیں۔ جیسا کہ معلوم اور مشہور ہے۔ ہاں نہ معلوم آپکا مدعا ملکر کام کرنے سے کیا ہے۔ (۱) آیا ہم احمدی۔ غیر احمدیوں سے ملکر کام یعنی اشاعت اسلام اور تبلیغ حق کریں۔ جیسا کہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر عبد الحکیم خان پٹیالوی کا خیال ہے۔ (۲) آیا ہم جناب خواجہ صاحب اور مولوی محمد علیصاحب اور انکے رفقاء سے ملکر کام کریں۔

(۲) اگر آپ کا مقصود امر اول ہے۔ تو ہم باتباع حضرت احمد قادیانی مسیح موعودؑ کسی غیر احمدی گروہ سے ملکر خصوصیات احمدیت ترک کرکے ملکر کام نہیں کر سکتے۔ یہ راہ خدا کے نبی نے رد کیا ہے۔ پس لا تقدموا بین یدی اللّٰہ ورسولہ کے ماتحت ہم تقدم علی النبی نہیں کر سکتے۔ اور ہم سے ایسی خواہش احمدی ہو کر اور احمدی رہکر درست نہیں۔

(۳) اگر آپکا مدعا امر ثانی ہے۔ تو حضرت محمود احمدؑ نے خاکسار سے بارہا فرمایا ہے کہ ہم نے مولوی محمد علیصاحب اور انکے رفقاء سے کہا تھا کہ انمیں سے کوئی خلیفہ ہوتا ہے تو ہم سب خاندان مسیح موعودؑ اسکے ہاتھ پر ملکر کام کرنیکے واسطے طیار ہیں۔ مگر مولوی محمد علیصاحب نے انکار کیا۔ کہ ہمارے عقیدہ میں فرق ہے۔ پھر حضرت ممدوح نے فرمایا کہ جب لوگوں نے مجھ سے بیعت کر لی تو ہم نے پھر مولویصاحب سے کہا کہ آپ لوگ بیعت نہ کریں۔ جب تک اطمینان قلب حاصل نہ ہو۔ بلکہ اپنے عہدوں پر ہمارے ماتحت کام کرتے چلے جاؤ۔ البتہ جماعت میں افتراق اور اختلاف کی بنیاد قائم نہ کرو۔ مگر یہ درخواست بھی مولوی محمد علیصاحب کی بارگاہ میں غیر مسموع ہوئی۔

(۴) مولوی محمد علیصاحب نے ہی ایک ضروری اعلان کیا۔ اور بانی اختلاف ہوا۔ مولوی محمد علیصاحب ہی نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کے عدم وجود کی اطلاع شائع کی

اور اسکو کالعدم قرار دیا۔ مولوی محمد علی صاحب ہی نے انجمن اشاعت اسلام لاہور قائم کی۔ پس ملکر کام کرنے سے حضرت محمود احمد یا ہم نے انکار نہیں کیا۔ لہٰذا الزام ہمارے پر نہیں۔

(۵) ہمارے نزدیک ملکر کام کرنے کا طریق وہی ہے جو صحابہؓ محمدؐ نے زیر سیادت حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کیا۔ اور صحابہؓ احمدؑ نے زیر سیادت حضرت نور الدینؓ کیا۔ اور حضرت محمود احمدؐ کر رہے ہیں اور یہی طریق قرون اوّل میں کامیاب اور مبارک ثابت ہوا۔ اور یہی طریق قرون آخری میں کامیاب اور مبارک ثابت ہو رہا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

(۶) اگر آپکا منشاء یہ ہے کہ اب ہم مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقاء ملکر کام کریں تو قرآن کریم کی یہ آیت شاید بہت موزون جواب ہو۔ قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفي صدورهم اكبر۔ یعنی انکے اندر جسقدر بغض مخفی تھا۔ وہ انکی زبانوں اور مونہوں سے ظاہر اور عیاں ہو چکا ہے۔ اور جو ابھی کینہ وحسد دل میں ہے وہ تو بہت ہی زیادہ ہے۔ پس اُن سے ملکر کام کرنا ایسے حالات میں کہاں تک ممکن ہے۔

ہاں ایک ہی صورت ہے کہ حضرت محمود احمدؐ کے ہاتھ پر توبہ کریں۔ اور سیادت محمود میں ہو کر ملکر کام کریں۔ جیسا کہ وہ بعہد نور الدینؓ کرتے رہے۔ مگر ایسا کرنا انکے واسطے ناممکن ہے۔ کیونکہ اپنی غلطی پر پشیمان ہونا۔ خطا کو مان لینا۔ اور توبہ کرنا سعادتمند مومن کا کام ہے۔ نہ ان لوگوں کا جن کے نزدیک ایک ۳۰ سالہ جوان جو کہولت کے عہد تک پہنچ چکا ہو۔ کل کا بچہ ہے۔ علماء یہود کی طرح ابن المسیحؑ کو من كان في المهد صبيا کہتے ہیں۔ اور انا خير منه کے مدعی ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ خدا کا فضل عمر۔ سن اور سال پر نہیں۔ بلکہ بزرگی بعقل است نہ بسال۔

(۷) اگر ہم کسی خاص فرد کے ماتحت ہو کر اور کسی خاص تخت گاہ رسولؐ پر جمع ہو کر ملکر کام کریں اور ملکر کام کرنے کا عہد یا اقرار کریں۔ تو ہم کس طرح ملکر کام کرنے پر مجبور ہو سکتے ہیں۔

(۸) کسی انجمن کے ماتحت کام کرنیکا نام ملکر کام کرنا ہرگز نہیں۔ کیونکہ ممبران انجمن شرکاء متشاکسون کے مصداق ہوتے ہیں۔ سب متحد الخیال اور ایک ہی مدعا اور منزل مقصود

پر پہنچنے والے لوگ نہیں ہوتے۔ لہٰذا کئی افراد کے ماتحت کام کرنے کا نام ملکر کام کرنا نہیں ہو سکتا۔ ہاں ایک شخص کی اتباع اور اطاعت میں کام کرنے کا نام ملکر کام کرنا ہے۔ دیکھو ایک طرف ایک شخص انجمن لاہور کے تین خلفاء اور کئی ممبروں کا ماتحت ہے اور ایک شخص حضرت خلیفۃ المسیح یعنی فرد واحد کے ماتحت ہے۔ ان دونو میں سے کون کامل انشراح صدر اور اطمینان سے مطیع اور متبع ہو کر کام کریگا۔ وہی جو ایک امام کے ماتحت ہے۔ اور یہی امر آیت ذیل میں خدا تعالیٰ نے بطور تمثیل بیان ہے ضرب اللہ مثلاً رجلاً فیہ شرکاء متشاکسون و رجلاً سلما لرجل۔ ھل یستویان مثلاً الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون (سورۃ الزمر آیت ۳۰)

حضرت مسیح ناصری انجیل میں فرماتے ہیں۔ ایک شخص ایک وقت میں دو آقاؤں کو خوش نہیں کر سکتا۔ تو جسکے تین خلفاء ہوں۔ اور کئی آقا۔ وہ کن کن کو خوش کر سکتا ہے۔

دسواں سوال

سائل۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ذریت سے بھی جس شخص کا وعدہ ہے۔ اسکو بھی خدا تعالیٰ اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کریگا۔ تب اسکو مانا جاویگا۔

جواب۔ اول کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ شخص جس کا وعدہ ہے۔ (۱) ظاہری ذریت سے ہوگا یا باطنی فرزند ہوگا (۲) وہ نبی ہوگا۔ یا غیر نبی اور صرف ملہم ہوگا۔ (۳) قرب اور وحی کا پتہ کس طرح لگیگا آیا وہ خود دعویٰ کریگا۔ یا کوئی انجمن مشورے کرکے شناخت کریگی یا منتخب کریگی۔

(۱) اگر امر اول مدعا ہو۔ کہ وہ جسمانی فرزندان مسیح موعودؑ میں سے ہوگا۔ تو جنکو آج خاندان مسیحؑ سے بغض اور نفرت ہے وہ اسکو کس طرح سچا مان لینگے۔ کیا اسکے دعوے کو ایک چال نہ قرار دینگے؟ اگر باطنی فرزند ہوگا۔ تو کیا سب اسکو صادق مان لینگے۔ یا پھر بھی کوئی مولوی محمد علیصاحب کا ہم خیال اسکی مخالفت کرنا اپنا فخر خیال کریگا۔

(۲) اگر وہ نبی ہوگا۔ تو جو لوگ آج حضرت احمد قادیانی کو مدعی نبوت ہونیکے صورت میں کذاب اور دجال کہتے ہیں اور اسکی جماعت کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ تو انکے

واسطے دوسری مشکل واقع ہوگی۔ یعنی وہ اسکے والد کی نبوت کے قائل نہ ہوئے تو فرزند کی نبوت کو کب صحیح اور درست تسلیم کرنے لگے۔ اور اگر غیر نبی ہوگا یعنی صرف ملہم ہوگا۔ تو اسکے الہامات غیروں پر حجت کیونکر ہو سکتے ہیں۔ یعنی دوسرے لوگ کیونکر مکلف ہونگے کہ اسکے الہامات کی تصدیق کریں۔ اسکا کیا ثبوت ہے۔ ثبوت قرآن کریم سے ضروری ہے۔

(۳) اگر حضرت محمود احمد خدا تعالیٰ کے ہاں قرب رکھتا ہو۔ اور اسکو وحی ہوتی ہو۔ تو آپ لوگوں کو کس طرح پتہ لگیگا کہ وہ خدا تعالیٰ کے ہاں مقرب نہیں۔ اور اسکو وحی نہیں ہوتی۔ کیا وحی کے واسطے نبوت شرط ہے۔ یا وحی ولایت بھی ہوا کرتی ہے۔ اور اگر وحی ولایت ہوا کرتی ہے۔ تو حضرت محمود احمد کو بصورت مقرب الٰہی ہونیکے کیوں نہیں ہو سکتی۔

رہا یہ امر کہ ایک شخص کہدے کہ حضرت محمود مقبول بارگاہ خداوندی نہیں۔ اور ہم کہدیں کہ ضرور مقبول خدا ہے۔ تو کس طرح فیصلہ ہوگا۔ کیا بہتر نہیں کہ جو لوگ محمود کو مومن جانتے ہیں۔ اور مومن کو کافر یقین کرتے ہیں۔ امیر المومنین کو رئیس الضالین یقین کرتے ہیں۔ وہ اپنے مومن اور مقرب بارگاہ خداوندی یا اہل حق ہونیکے ثبوت اس طرح پیش کردیں کہ اگر خدا تعالیٰ کی ہستی اور اسکے وعدوں اور قبولیت دعا پر ایمان ہے اور یہ کہ وہ اہل حق کی مدد بمقابلہ اہل باطل ضرور کیا کرتا ہے۔ تو حضرت محمود احمد سے مباہلہ کریں۔ کیونکہ وہ ہم کو حضرت احمد کو نبی یقین کرنے پر کافر یقین کرتے ہیں۔ پس ہمارا اور ان کا مباہلہ ہو سکتا ہے۔ اگر ان میں کوئی مرد میدان ہے۔ تو نکل آوے۔ ہم طیار اور ہمارا امام اپنے اہل حق ہونیکے ثبوت میں ہر وقت حاضر ہیں۔

دوم۔ جب بعض لوگ حضرت مسیح موعودؑ کا ماننا ضروری قرار نہیں دیتے بلکہ ایسا عقیدہ رکھنے والے سے دلائل طلب کرتے ہیں۔ اور اپنا فرض صرف اسکو سلام پہنچانا قرار دیتے ہیں۔ تو وہ آنیوالے شخص کو کسطرح ماننا ضروری قرار دیں گے۔ کونسے دلائل انکے ہاتھ میں ہونگے۔ اسکے واسطے کون سلام باقی رہا ہے۔ جو اسکو پہنچا دینگے۔

گیارھواں سوال

سائل۔ حضرت مسیح موعودؑ کی الوصیت میں تو کسی ایسے شخص کا ذکر نہیں کہ جو احمدیوں

سے بھی بیعت لے یا لینے کا مجاز ہو۔ پھر آپ نے حضرت محمود احمد سے کیوں بیعت کی۔

جواب۔ اوّل حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ چاہیئے کہ جماعت کے بزرگ جو پاک نفس رکھتے ہیں۔ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لیں۔ یہ عبارت الوصیت ہی کی ہے۔ اور اس میں ہے کہ منتخب شدہ شخص لوگوں سے حضرت صاحب کے نام پر بیعت لے۔ پس اس عبارت میں یہ امور تنقیح طلب نکلتے ہیں۔ اوّل (۱) آیا ایسے اشخاص ایک وقت میں کئی ہونگے۔ (۲) یا ایک شخص کے بعد دوسرا ہوگا۔ دوم۔ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے۔ میں لوگوں سے مراد (۱) عامۃ الناس ہیں جن میں احمدی اور غیر احمدی داخل ہیں۔ (۲) یا صرف غیر احمدی ہیں۔

امر اوّل میرے نزدیک ایسا شخص ایک وقت میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور اسکے بعد دوسرا۔ کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہوا اور اکیلا ہوا۔ جیسا کہ الوصیت میں مذکور ہے۔ اور صحابۂ محمدؐ کا اسی امر پر اتفاق اور اجماع ہوا۔ اور یہ پہلا اجماع تھا کہ واحد امام پر ایک مرکز میں صحابہؓ رسولؐ متفق ہوئے۔ اور یہی طرز عمل کامیاب اور مبارک ثابت ہوا۔ اسی طرح حضرت احمد قادیانی کے بعد حضرت نور الدینؓ منتخب ہوا۔ اور اکیلا ہوا۔ اور صحابہؓ احمد کا اسی بات پر اتفاق اور اجماع ہوا۔ اور یہ پہلا اجماع تھا۔ کہ واحد امام پر ایک مرکز میں صحابہؓ رسولؐ نے اتفاق کیا۔ اور یہی طرز عمل کامیاب اور مبارک ثابت ہوا۔ اس سنت صحابۂ محمدؐ وصحابہؓ احمد کے خلاف جب قرون اولیٰ اور قرون آخری میں ایک سے زائد امیروں کے انتخاب کا تنازعہ برپا ہوا۔ تو جماعت متحدہ میں اختلاف اور افتراق پیدا ہوا۔ یہ گویا واقعات پیش آمدہ نے ثابت کر دیا کہ ایک وقت میں ایک ہی امام بطور امیر یا خلیفہ منتخب ہونا مبارک ہے۔ اور ایک سے زائد موجب فتنہ وفساد۔ پس خدا کے مسیحؑ کی وصیت کی صحیح تفسیر اجماع صحابہؓ احمد نے کر دی اور واقعات پیش آمدہ نے عملی تصدیق کر دی۔ اور خلاف ورزی نے فتنہ برپا کر دیا۔

امر دوم۔ میرے نزدیک "لوگوں" سے میں احمدی اور غیر احمدی دونو داخل ہیں اور دونو سے بیعت لینا ضروری ہے۔ غیر احمدیوں سے بیعت توبہ اور احمدیوں سے بیعت اتحاد و اطاعت۔ کیونکہ جب تک غیر احمدی سے بیعت توبہ نہ لی جاوے۔ تو اسکے احمدی ہونے کا یقینی ثبوت

موجود نہیں۔ اسی طرح جب تک احمدی سے بیعت اتحاد اور اطاعت نہ لیجاوے تو اسکی طرف سے مطیع اور تبیع امام ہونیکا ثبوت ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ ممکن ہے کہ کسی وقت امام جماعت سے بغاوت کردے۔ اور فتنے کا بانی ہو۔ کیونکہ اسکی طرف سے کوئی عہد یا اقرار پابندی صادر نہیں ہوا۔

اگر ایک شخص کہدے کہ ہر ایک احمدی سے بیعت نہ لیجاوے۔ صرف ان لوگوں سے لیجاوے جن سے اندیشہ فتنہ و فساد ہو۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ امر خود موجب فساد ہے۔ کہ چند اشخاص کو منتخب کرکے ان سے بیعت لیجاوے۔ اور انکو یہ بدگمانی کا موقع دیا جاوے کہ گویا خلیفہ وقت انکو مفتن اور شریر اور مفسد جانکر ان سے اقرار اطاعت لے رہا ہے۔ لہذا بہترین صورت قریب بامن یہ ہے کہ خورد و کلاں نیک و بد سب سے بیعت لیجاوے۔ تاکہ کسی کو بدظنی کا موقع نہ ملے یا کوئی شخص دوسروں میں انگشت نما نہ ہو۔ اور کسی قسم کی بدتمیزی پیدا نہ ہو۔

امر سوم۔ جو عہد بیعت ہم سے حضرت نورالدین اعظمؓ نے لیا۔ یا جو اقرار حضرت محمود احمد لیتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ اس میں وہ کونسا کلمہ کفر ہے۔ کہ جس کے دوہرانے سے ہم مجرم اور گنہگار بنجاوینگے۔ بغاوت اور افتراق اور فساد منظور ہے۔ مگر تجدید بیعت منظور نہیں۔ خدارا غور کرو۔ اور انصاف سے کام لو۔

اگر کلمہ شہادت دوہرایا جاتا ہے یا۔ توبہ استغفار کرایا جاتا ہے۔ یا وہ عہد جو حضرت احمدؑ قادیانی کے مبارک ہاتھ پر کیا گیا تھا اسکو دوہرایا جاتا ہے۔ تو اس میں کونسا حرج واقع ہوتا ہے۔

امر چہارم۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ حضرت محمود احمد۔ ایم۔ اے یا ایل۔ ایل۔ بی نہیں۔ یا یونیورسٹی کا مولوی فاضل نہیں۔ یا چالیس سال کا سن عمر نہیں۔ تو ہم عرض کرتے ہیں کہ (۱) اگر حضرت خلیفۃ المسیح ایم۔ اے نہیں تو ایم۔ اے ہونا خلیفۃ المسیح ہونے کے واسطے شرط بھی نہیں۔ اور نہ ایم۔ اے یا ایل۔ ایل۔ بی ہونے سے خلافت کا کام چلانا آسکتا ہے۔ (۲) اگر مولوی فاضل کی ڈگری نہیں رکھتا۔ تو یہ کوئی شرط لازمی

خلافت کے واسطے نہیں۔ ہاں اگر مدعا یہ ہو کہ وہ علم عربی نہیں رکھتا۔ تو ہم یقین دلا سکتے ہیں۔ جناب مولوی غلام حسن خانصاحب۔ جناب مولوی محمد علیصاحب ایم۔ اے۔ جناب خواجہ صاحب سے کہیں بہت بڑھکر عالم زبان عرب ہیں۔ حضرت نور الدین اعظم رض کی سالہا سال محنت سے تعلیم کردہ شاگردوں میں سے ہیں۔ جن کے متعلق حضرت مرحوم نے علی الاعلان فرما دیا تھا کہ میں نے حضرت محمود کو جسقدر ضروری خیال کیا پڑھا دیا اور تربیت و تعلیم کا حق ادا کر دیا۔ جو میرے ذمہ تھا۔ اگر مدعا یہ ہے کہ وہ علم قرآن نہیں رکھتے تو بہتر ہے کہ امور متنازعہ فیہ میں یا قرآن کریم کے کسی مقام میں بالمقابل کسی بڑے جلسہ میں (۱) جناب مولوی غلام حسن صاحب (۲) یا خواجہ کمال الدین صاحب (۳) یا جناب مولوی محمد علیصاحب ایم۔ اے مقابلہ کر لیں۔

دوم یا انکی عمر کا سن چالیس سالہ نہیں۔ تو اول تو چالیس کا سن اس امر کیواسطے شرط نہیں۔ دوم کیا حضرت یحییٰ کے حق میں جو نبی تھا۔ قرآن میں یہ الفاظ موجود نہیں کہ اٰتیناہ الحکم صبیاً یعنی ہم نے اسکو رعب وداب۔ یا حکومت۔ یا علم و عرفان ایسے وقت میں دیا جبکہ وہ بقول بعض کل کا بچہ تھا۔

سوم کیا حضرت عیسیٰ کے حق میں جبکہ وہ ۳۲ سال کی عمر میں تبلیغ دعوت کرنے لگا۔ علمائے یہود نے نہ کہا تھا کہ کیف نکلم من کان فی المھد صبیاً۔ یعنی وہ تو دودھ پیتا لڑکا۔ یا کل کا بچہ ہے۔ بھلا ہمارے مقابلے یا مباحثات کے قابل ہے۔

چہارم۔ کیا حضرت عبداللہ ابن عباس رض کو مجلس شوریٰ کا ممبر بنایا گیا تھا۔ عہد رسالت میں کل کا بچہ تھا۔

پنجم۔ کیا حضرت اسامہ بن زید جسکو آنحضرت صلعم نے ایک لشکر کا سردار بنایا تھا۔ کل کا بچہ نہ تھا۔

ششم۔ کیا حضرت علی جسکو مدینہ میں آنحضرت صلعم نے اپنی غیر حاضری میں امیر بنایا تھا۔ کل کا بچہ نہ تھا۔

ہفتم۔ کیا سعدی کا یہ قول سبق آموز نہیں کہ بزرگی بعقل است نہ بسال۔

ہشتم۔ کیا خدا کے فضل کے واسطے عمر یا ڈگریاں۔ یا لیاقت ظاہری شرط ہے۔

نہم - خلافت الرسول کے واسطے جن امور کی بڑی ضرورت ہے وہ یہ ہیں - کہ خلیفہ کو علم قرآن ہو تقوےٰ ہو - رعب ہو - اخلاق حسنہ ہوں - حسن انتظام ہو - اور میرے نزدیک اسکے علاوہ جو بڑی ضروری بات ہے وہ یہ کہ خدا کا فضل اور اسکی نصرت شامل ہو - اور سب خدا کے رحم اور فضل سے حضرت محمود احمد میں موجود ہیں -

دہم - خدا تعالیٰ نے اپنے فعل سے بتا دیا کہ قادیان تخت گاہ رسول میں خلیفۃ المسیح ہونیکا کون مستحق تھا - اور خدا کی نصرت کس کے شامل حال رہی - اور اشاعت احمدیت کس کے ذریعہ سے ہو رہی ہے - اور باوجود لاہور کی انجمن اشاعت اسلام کے ممبروں اور کبراء کے ناخنوں تک زور لگاتے کے جو انکے نزدیک کل کا بچہ اور لونڈا تھا - وہ کامیاب ہوا - اور جماعت کو سنبھال چکا - مگر انا خیر منہ کے مدعی ہزاروں جتن ہر سال سلسلہ عالیہ کے محو کرنے کی کرتے ہیں تاکہ احمدی اور غیر احمدی رل مل جاویں - مگر اسوقت تک ناکامیاب ہوئے اور آخر کار خدا کے فضل سے ناکامیاب مریں گے - یہ خدا کا ہاتھ تھا - جو اس نے دکھایا - اور دکھائیگا - اور وہاں کسی کا زور نہیں چل سکتا -

بارھواں سوال

سائل - سورۃ فاتحہ میں ضالین کا مصداق کون ہے - وہ گروہ جو حضرت مسیح موعود کو اُمتی نبی مانتا ہے یا وہ جو انکو مستقل اور حقیقی نبی جانتا ہے -

جواب - اوّل تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہزاروں بار اپنی کتب میں فرمایا ہے کہ ضالین سے مراد گروہ نصاریٰ ہیں جو حضرت مسیح ناصری کو ابن اللہ کہتے ہیں - اور پھر وہ غیر احمدی مسلمان مثیل نصاریٰ ہیں جو حضرت مسیح ناصری یا کسی برگزیدہ خدا کو ابن اللہ یا خدا تعالیٰ کا بیٹا تصوّر کرتے ہیں یعنی حضرت مسیح ناصری میں صفات مخصوصیہ الوہیت کا ہونا اعتقاد رکھتے ہیں - مثلاً اسکا عالم الغیب ہونا - محی الموتیٰ ہونا - خالق الطیور ہونا الآن کما کان موجود ہونا - لا تغیرہ الحوادث والدھور کا مصداق جاننا الخ

دوئم - مولوی محمد علی اور مولوی غلام حسن خاں اور مولوی محمد احسن امروہی اور جناب

خواجہ کمال الدین صاحب اور انکے ہمدرد رفقاء کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کی کُل جماعت جن کا مرکز قادیان تخت گاہ رسول ہے۔ اور جنکا سردار حضرت محمود احمدؓ خلیفۃ المسیح ہے اور کُل اصحاب مسیح موعودؑ۔ اور خاندان نبوّت اور اہل بیت مسیح موعودؑ اور آل احمدؑ ضالین کے اصلی مصداق ہیں۔ کیونکہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کو نبی اللہ مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ محض استعارہ تھا۔ اور ایسا کرنے میں ان سب نے ضالین اولیٰ یعنی عیسائیوں کی تقلید کی کہ انہوں نے حضرت مسیح ناصریؑ کو ابن اللہ مانا۔ حالانکہ یہ محض استعارہ تھا۔ اگر یہ دلیل معقول ہے اور ایک ایم۔ اے کا دماغ اسکو درست اور صحیح تسلیم کر سکتا ہے۔ تو گویا ہم اور ہمارے سردار حضرت محمود احمدؓ ضالین ہیں جو مولوی محمد علی صاحب نے آپ سے شناسا کرا دیئے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ کے بارہ میں ضالین اولیٰ کا خیال اسواسطے درست نہیں کہ (۱) حضرت مسیحؑ ابن اللہ نہیں ہے کہ اللہ کا ابن ہونا حقیقی معنوں میں۔ اور از روئے قرآن کریم۔ و سنت اللہ۔ و عقل ناممکن ہے۔ اور انہوں نے ناممکن کو ممکن مانا ہے (۲) اسواسطے صحیح نہیں کہ جمیع انبیاء اور رسل اور ان کی وحی اسکے خلاف ہیں کہ خدا کا کوئی فرزند حقیقی معنوں میں بھی ہو سکتا ہے۔ (۳) حضرت مسیح ناصریؑ کا اپنا کوئی دعویٰ یا کوئی صحیح ثابت شدہ الہام موجود نہیں کہ وہ ابن اللہ ہے۔ جسکو نصاریٰ نے استعارہ نہ خیال کر کے حقیقی معنوں میں تصوّر کر لیا۔

مگر حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں ہمارا اور حضرت محمود احمد کا یہ خیال اسواسطے درست ہے کہ (۱) حضرت مسیح موعودؑ نبی اللہ ہے۔ کہ اللہ کا نبی ہونا حقیقی معنوں میں۔ از روئے قرآن کریم۔ و سنّت اللہ۔ و عقل ممکن ہے۔ اور ہم نے ناممکن کو ممکن نہیں مانا ہے (۲) اسواسطے صحیح ہے کہ جمیع انبیاء و رسل اور انکی وحی ہمارے مؤید اور ثبوت ہیں کہ خدا کے نبی ہوتے رہے ہیں۔ (۳) حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ اور انکے صحیح الہامات میں لاتعداد بار یہ خطاب موجود ہیں یعنی یہ کہ وہ نبی اللہ و رسول اللہ ہے۔ جسکو نہ ہمنے بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقی معنوں میں ہونا تسلیم کیا ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ حصّہ پنجم۔ صفحہ ۱۳۸ ضمیمہ۔

سوم۔ اگر ایسے عقیدہ سے کہ حضرت مسیح موعودؑ حقیقی معنوں میں نبی اللہ ہے۔ ہم ضالین آخری ہیں تو کیا ہمارے ساتھ ضالین آخری ہیں (۱) خدا تعالیٰ بھی داخل ہوگا جس نے بار بار حضرت مسیح موعودؑ کو نبی اللہ کہا۔ اور ایکدفعہ بھی نہ فرمایا کہ میرا مدعا محض استعارہ ہے۔ (۲) حضرت محمدؐ رسول اللہ بھی داخل ہوگا۔ جس نے از روئے احادیث حضرت مسیح موعودؑ کو نبی اللہ فرمایا۔ اور ایک دفعہ نہ فرمایا کہ میری مراد محض استعارہ ہے۔ (۳) جمیع فرق اسلامیہ بھی جو نزول مسیحؑ کے قائل ہیں بالاتفاق مانتے ہیں کہ وہ نبی اللہ ہوگا۔ مگر یہ نام بطور استعارہ نہیں مانتے۔ اور حضرت مسیحؑ سے سلب نبوّت کفر جانتے ہیں۔ (۴) حضرت نور الدینؓ اور جمیع اصحابؓ احمدؑ جنہوں نے اختلاف سے قبل حضرت صاحب کو نبی مانا۔ اور بار بار فرمایا۔ اور ایکدفعہ بھی تحریر نہ کیا۔ کہ مراد ہماری نبی سے صرف استعارہ ہے۔ (۵) مولوی محمد علی اور مولوی غلام حسن خان اور خواجہ کمال الدین صاحب بھی جنہوں نے اختلاف سے قبل تحریراً اور تقریراً ہماری طرح نبی اللہ مانا اور کبھی بھی اسکو استعارہ کا نام نہ بتایا۔ ورنہ وہ ثبوت اپنی تحریر کے پیش کریں۔ ع گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

چہارم۔ ضالین وہ ہوتے ہیں کہ جو امانت انکو خدا کا نبی دے جاوے وہ اس کو ضائع کردیں۔ پس آپ بتاویں (۱) قادیان دار تخت گاہ رسول جہاں خدا کا نزول ہوا کی سکونت کرنا کس نے کھویا (۲) قرب مسیحؑ میں رہکر تبلیغ احمدیت و اشاعت تعلیم قرآن کا موقع کس نے ہاتھ سے دیا۔ (۳) وہ گھر خدا کے مسیحؑ کا۔ جس کی حفاظت کا اس نے وعدہ کیا ہے۔ اسمیں سکونت کس نے کھوئی۔ (۴) جو باتیں متعلق بقادیان تھیں۔ ان میں دامی۔ درمی۔ قدمی قلمی نصرت اور اعانت کرنیکا موقع کس نے ضائع کیا۔ (۵) خصوصیت احمدیت کو قائم رکھنے کا موقعہ کس نے ہاتھ سے دیا۔ (۶) خاندان مسیحؑ کی محبت اور اسکی اعانت کا ثواب کون ضائع کر چکا۔ (۷) قادیان کے بہشتی مقبرے میں تا ابد دفن ہونے سے محروم کون رہے۔ (۸) ریویو جسکی اعانت اور امداد کی خود حضرت صاحب نے تاکید کی تھی۔ اسکی امداد میں حصہ لینے کا موقع کس نے ضائع کیا۔ الغرض اسی قسم کی بہت ساری باتیں جس نے ضائع کی ہیں جو امانت امام میں سے ہیں۔ وہی ضالین ہو سکتے ہیں:۔

پنجم۔ ضالین وہ ہوتے ہیں۔ جو حضرت مسیح ناصریؑ یا حضرت مسیح موعودؑ کی اصل تعلیم کو ضائع کردیں۔ اور اسکو تغیر و تبدل کردیں۔ اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے۔ جبکہ ایسا کرنیوالے کوئی خاص لالچ رکھتے ہوں اور کسی خاص گروہ یا ملک میں پوزیشن بنانے کے خواہاں ہوں۔ پس اگر یہ اندیشہ ہمارے سردار حضرت محمود کے حق میں ہو۔ تو صحیح نہیں کیونکہ قبل ازیں اسکے وہ ابن رئیس ہے۔ وہ ابن مسیحؑ ہے۔ اسکو کافی پوزیشن حاصل ہے۔ کسی غیر کی لالچ نہیں۔ کیونکہ انکو غیروں سے ملجانے میں سخت نفرت ہے۔ پس انکی خطر کیسی۔ اگر یہ اندیشہ مولوی علیصاحب اور انکے رفقاء سے ہو۔ تو بجا ہے۔ وہ ہر جلسہ میں صدر بننے کے خواہاں ہیں۔ وہ ہر کانفرنس میں سیکرٹری یا ممبر بننے کے شائق ہیں۔ انکو غیروں کی دولت کی لالچ ہے۔ انکو غیروں کی خاطر منظور ہے اور وہ اپنوں سے غیروں کی خاطر آمادۂ پیکار ہیں۔ اور غیروں کے ممنون اور مرہون ہیں۔ اور انکو غیروں سے ملنے کے بغیر چارہ نہیں۔ پس اصل تعلیم اور مشن کو ضائع کرنیکا اندیشہ انہی سے ہے۔ اور انہوں نے کردیا۔ انکے قلوب محسوس کر رہے ہیں۔

ششم۔ ضالین وہ ہوسکتا ہے۔ جو محبت غیر میں محو ہو۔ جنکی طرف جھکنے جن کی محبت سے خدا کے مسیحؑ نے منع کیا ہے۔ سو ہمکو تو غیروں سے جب تک وہ احمدی نہ ہوں نفرت ہے۔ اور دوسروں کو غیر احمدی بننے کی محبت ہے۔ اور انکی طرف بڑھنے کی رغبت ہے۔

ہشتم۔ ضالین اولی نے حضرت مسیحؑ ناصری کو ابن اللہ مانا۔ جو اسکے الہامات سے ثابت نہیں۔ اور نبی اور رسول اللہ نہ مانا۔ جو مقام اسکو خدا کی وحی سے ملا تھا۔ اور ضالین آخری وہی ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کو غیر نبی اللہ یا ناقص اور جزوی نبی مانیں۔ جو انکے الہامات سے ثابت نہیں۔ اور نبی اللہ اور رسول اللہ نہ مانیں۔ جو مقام اس کے خدا کی وحی سے بار بار ملا ہے۔

ہشتم۔ ضالین اولی نے حضرت مسیح ناصریؑ کا وہ دعوی اور تعلیم مخلوق خدا کو پیش کئے۔ جو حضرت موصوفؑ کی وحی اور اقوال سے ثابت نہیں۔ اور ضالین آخری

وہ ہونگے۔ جو حضرت ممدوح کا وہ دعویٰ۔ اور تعلیم مخلوقِ خدا کو پیش کرتے ہیں جسکا ثبوت نہ قرآن کریم میں ہے اور نہ وحی مسیح موعودؑ میں ہے۔ یعنی دونو مسیحوں کا نبی اللہ ہونا انکی وحی سے ثابت ہے۔ اور انکا تکمیل اشاعت ہدایت کرنا۔ انکی تعلیم ہے۔ اور یہ کہ دونو شارع رسول نہیں۔ شارحان شریعت سابقہ ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ مولوی محمدؐ علی اور اسکے رفقاء حضرت مسیح موعودؑ کو امّتی نبی مانتے ہیں اور حضرت محمود احمدؐ مستقل اور حقیقی نبی جانتے ہیں۔

سو واضح ہو کہ مولوی محمدؐ علیصاحب اور انکے رفقاء حضرت صاحب کو ہرگز ہرگز امّتی نبی نہیں مانتے۔ بلکہ اسکو ناقص اور جزوی بلکہ مجازی بمعنی غیر نبی یقین کرتے ہیں۔ حالانکہ امّتی نبی درحقیقت نبی ہوتا ہے اور دوسرے انبیاءاللہ سے کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ اور امّتی ہونا۔ اسکے واسطے وہ فخر ہے۔ جو دوسرے انبیاءاللہ کو حاصل نہیں۔ اور اگر حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسیٰؑ کو حاصل ہوتا۔ تو وہ بھی امّتی نبی ہونے پر فخر کرتے۔ مگر موت نے انکو یہ موقع نہ دیا۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا۔ لو کان موسیٰ حیًا ما وسعہ الا اتباعی۔ اور لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی سے یہی مدعا مقصود ہے۔ امّتی ہونا اور مطیع و متبع ہونا انکے واسطے موجب عزّت و عظمت و ازدیاد شان ہوتا۔ نہ مزیل شان و موجب ہتک۔ اور نہ اس مدعا سے یہ احادیث کہی گئی ہیں۔ پس جو بات حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے واسطے عزت ہے۔ یعنی امّتی ہونا۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے واسطے کیوں کر موجب ذلت ہے۔

مولوی محمدؐ علیصاحب کے نزدیک اگر حضرت صاحب نبی ہو۔ تو کذّاب اور دجّال ہے اور اسکے ماننے والے کافر ہیں۔ اور ہمارے نزدیک حضرت صاحب نبی اور رسول ہیں۔ اور اسکے منکر کافر ہیں۔

مولوی صاحب کے نزدیک وہ ناقص اور جزوی اور مجازی یعنی غیر نبی ہیں شاید امّتی نبی کے بھی یہی معنی لئے ہونگے۔ اور ہمارے نزدیک وہ کامل اور شان میں

مکمل نبی ہیں۔ اور یقیناً اسکا اُمتی ہونا اسکے واسطے موجب فخر اور ازدیاد شان ہے۔
یعنی بلحاظ نفس نبوّت حضرت مسیح ناصرؑی اور حضرت مسیح موعودؑ مساوی الدرجہ ہیں۔
اور بلحاظ نفس فضیلت چونکہ حضرت مسیح ناصرؑی غیر امتی ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ
اُمّتی ہیں۔ اس کی تمام شان میں بڑھکر ہیں۔ اس سے بہتر غلام احمدؐ ہے۔

الغرض مولوی محمدؐ علی اور اسکے رفقاء حضرت صاحب کو نبی اور رسول ہرگز
تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ ناقص اور جزوی اور مجازی (یعنی غیر نبی) یقین کرتے
ہیں۔ مدعی نبوّت انکے نزدیک کافر اور دجال ہے۔ اور جو حضرت صاحب کو
ہماری طرح نبی اور رسول مانتے ہیں وہ انکے نزدیک کافر ہیں۔ اگر اُمتی سے مراد
غیر نبی ہو۔ تو وہ بے شک ایسا یقین رکھتے ہیں۔ اور اگر نبی اور رسول ہو۔ اور اُمّتی
ہونا اسکے واسطے موجب عزت ہو۔ تو ایسا یقین وہ ہرگز نہیں رکھتے۔

حضرت محمود احمدؐ اور ہم حضرت صاحب کو نبی یقین کرتے ہیں۔ اسکو ناقص۔
جزوی اور مجازی (یعنی غیر نبی) ہرگز نہیں کہتے۔ اور دعویٰ رسالت اور نبوت
صادق جانتے ہیں۔ اور اُمّتی۔ مستقل۔ یا حقیقی کے الفاظ جو اصطلاحات مخصوصہ
حضرت احمدؐ ہیں۔ نبی کے واسطے لازمی شرط نہیں جانتے۔ ہاں اُمّتی ہونے سے
اسکی شان کی بلندی کے قائل ہیں۔ اور انکو موجب فوقیت و فضیلت یقین کرتے ہیں
مستقل اور حقیقی کی اصطلاحات کا جواب پہلے دے چکا ہوں اور
پھر عرض ہے کہ ہم اصطلاحات مخصوصہ حضرت احمدؐ میں حضرت صاحب کو مستقل اور
حقیقی نبی نہیں مانتے۔ اور نہ انکا دعویٰ ہے۔ کیونکہ وہ غیر اُمّتی نبی نہ تھے۔
اور شریعت جدیدہ لانے کے مدعی نہیں ہوئے۔ اور یہی مقصود ہے ان اصطلاحات
سے۔ مبایعین انکو نبی اور رسول ضرور یقین کرتے ہیں۔ اور غیر نبی نہیں مانتے۔

خدا کے نبی اور رسول پر ایمان لانا۔ ایمان بالرسل میں داخل ہے۔ اور
اسکا انکار کفر ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت اور اتباع عین اسلام ہے۔ اور
اسکے خلاف چلنے کو ہم کفر اور ضلالت جانتے ہیں۔

ان مسائل پر جس نے مفصل دیکھنا ہو وہ (۱) حضرت صاحب کی کتاب حقیقۃ الوحی (۲) حضرت محمود احمد کی کتاب حقیقۃ النبوۃ۔ (۳) حضرت بشیر احمد کا رسالہ کلمۃ الفصل۔ (۴) مباحثہ شملہ در بارہ نبوت۔ (۵) حق الیقین تفسیر خاتم النبیین مصنفہ حضرت عبید اللہ بسمل۔ (۶) النبوۃ فی القرآن (۷) النبوۃ فی الاحادیث (۸) النبوۃ فی الاسلام (۹) رسالہ احمد موعود (۱۰) حقیقۃ الکفر (جو خاکسار کی تالیف ہیں ۶ سے ۱۰) غور سے دیکھ لے۔

صحیح نتیجہ اخذ کرنے کا طریق

اوّل بار بار قرآن کریم کا مطالعہ اور غور کرے۔ نبی کیا ہے۔ کیوں آتا ہے۔ کیا شن لاتا ہے۔ اہل زمانہ سے کیا کہتا ہے۔ اہل زمانہ کیا جواب سناتے ہیں۔ مومنین کا کیا انجام ہوتا ہے۔ منکرین کا کیا حشر ہوتا ہے۔ ہمارا زمانہ ان حالات کے ماتحت تو نہیں۔ ہمارے سامنے کوئی مدعی موجود نہیں۔ ہم کس گروہ میں ہیں۔ مدعی کا کیا خطاب ہوتا ہے۔ منکرین کیا کہلاتے ہیں ماننے والے کس نام سے پکارے جاتے ہیں۔

دوم۔ حضرت صاحب کی تحریرات کو کثرت سے دیکھا جاوے۔ خالی الذہن ہو کر۔ اور حضرت صاحب کی ابتداء سے انتہا تک کتب کو تدریجاً دیکھے۔ اور یہ دیکھے کہ آپ نے بتدریج ترقی کی ہے۔ یا ایک ہی بات پر رہے۔

سوم: اپنی ایم۔ اے۔ یا بی۔ اے۔ یا کسی خاص سرکاری عہدہ۔ یا پوزیشن۔ یا یونیورسٹی کی کسی ڈگری کو سند اور اتھارٹی تصور نہ کرے۔ بلکہ ایک منصف اور عادل دل لیکر۔ خود پسندی خود اختیاری اور خود رائی کو ترک کر دے۔ اور فرمانبردار اور مطیع ہو کر خواہان فیصلہ ہو۔

چہارم۔ انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال پر عامل ہو۔ تاکہ کسی خاص شخص کا رشتہ یا تعلق یا دوستی یا محبت یا بغض یا نفرت یا عداوت یا غربت مانع قبول حق نہ ہو۔

پنجم۔ دعا سے بہت کام لے کہ صحیح نتائج تک پہنچانا خدا کا کام ہے اور اسکے فضل کی ضرورت ہے ہم کسی وقت اھدنا الصراط المستقیم اور رب زدنی علماً سے مستغنی نہیں ہیں۔

وما علینا الا البلاغ۔ خاکسار قاضی محمد یوسف سکرٹری انجمن احمدیہ پشاور

ریویوز

انوکھی اُستانی — مکرمی ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی ثم قادیانی نے مسلمان بچوں اور عورتوں کو اسلام کے ابتدائی مسائل اور دیگر ضروری امور سے واقف کرنے کے اور انکے اندر اعلیٰ اخلاق اور فرض شناسی کے جذبات پیدا کرنے کیلئے ایک سلسلہ ٹریکٹ شروع کیا ہے جسکا ایک حصہ "پنجاب کی سوغات" ناظرین کی نظر سے گزرا ہوگا اب اسکے دو اگلے حصے اور نکلے ہیں یعنی "انوکھی استانی" حصہ اول و دوم۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ ہے اور قیمت بھی آجکل کے لحاظ سے واجبی ہے یعنی حصہ اوّل (حجم ۶۰ صفحے چھوٹی تقطیع) ۴؍ اور بیس جلد کی للعہ ؍ غریب طلبا اور کتب خانوں سے ۲؍ ۔ اور حصہ اوّل (۴۸ صفحے) ۳؍ اور دس جلد کا ایک روپیہ۔ کتب خانوں سے ۲؍ فی نسخہ ماسٹر صاحب کی یہ خدمت قابل قدر ہے اور ہم امید کرتے ہیں احباب بخوبی ماسٹر صاحب کی حوصلہ افزائی فرماوینگے ٭

مرقع ثنائی — مکرمی میر قاسم علی صاحب نے اہلحدیث کا وہ پرچہ جسمیں مولوی ثناء اللہ نے یہ لکھا تھا کہ مجھے حضرت صاحب سے مباہلہ ہرگز منظور نہیں دوبارہ چھپوایا ہے اور اسکے ساتھ ایک نہایت مدلل مضمون بھی اپنی طرف سے شامل کردیا ہے کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی ہے قیمت ۴؍ ہے ہمارے خیال میں خدمت کے لحاظ سے زیادہ نہیں۔ بہرحال یہ ایک نہایت ضروری کام ہے جو میر صاحب نے کیا ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ منگوا کر ایک ایک نسخہ ضرور اپنے پاس رکھیں ٭

احمدی جنتری ۱۹۱۹ء - اس جنتری میں جناب محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان نے نہایت مفید مضامین اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق نہایت ضروری معلومات کا ذخیرہ جمع کردیا ہے یہ جنتری ایک قابل قدر اور مفید تالیف ہے۔ قیمت ۲؍ ۔ ایک روپیہ میں سات کا پیان۔ مؤلف سے مل سکتی ہے ٭

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۲۷

(مطبع میگزین قادیان میں باہتمام شیخ محمد نصیب پرنٹر و پبلشر صدر انجمن احمدیہ کیلئے شائع ہوئی)